مَسْلکُ السَّادَاتِ فِی الدُّعَاءِ بَعْدَ الْمَکْتُوبَاتِ

یعنی

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا



قبولیت دعا کے اوقات میں سے فرض نماز کے بعد کا وقت بھی ہے اور اسے یہ اعزاز لسانِ نبوت سے مرحمت ہوا' اور آپ نے اپنے مقدس و مبارک عمل سے اس کی رفعت و عظمت کو ہم دوشِ عرش بریں کر دیا۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی و انفرادی دعا کا پاکیزہ عمل عہد صحابہ سے تا ہنوز تواتر کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ ائمہ' محدثین' مفسرین' فقہا' علما و مشائخ اور مفتیانِ امت سب ہی اس کے مسنون و مستحب اور محبوب و مرغوب عمل ہونے کے قائل اور فاعل تھے اور ہیں۔ کسی دور میں بھی حاملین علوم نبوت علماء و مشائخ نے نہ تو اس کے استحباب کا انکار کیا اور نہ ہی عملاً اس سے اعراض و اجتناب کیا بلکہ اپنے افعال و اقوال سے ہمیشہ اس کی پذیرائی اور سرپرستی فرمائی۔

اس مسنون و مستحب' مرغوب و محبوب' متواتر اور متوارث عمل کو بدعت قبیحہ شنیعہ اور حرام قرار دینا ناپاک جسارت ہی نہیں' بلکہ بشمول صحابہ کرام' ائمہ اسلام' علماء کرام' مشائخ عظام اور صلحاء امت پر مبتدع ہونے کا سنگین الزام بھی ہے۔ جو ایک ناقابل تلافی و معافی جرم عظیم ہے۔

البتہ اس پر مواظبت' مداومت اور استمرار محل نظر ضرور ہے۔ یا جو خلافِ سنت امور اس میں شامل کر لئے گئے ہیں' وہ یقیناً قابل صد نفرین اور واجب الترک ہیں۔ لیکن نفس دعا ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر بالیقین مسنون و مرغوب عمل ہے۔

اس موضوع کی اہمیت و افادیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کتنے ہی نامی گرامی عمائدین امت نے عربی اور اردو زبان میں متعدد چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو وقیع علمی دستاویزات اور گراں قدر تحقیقی سرمایہ ہیں۔

حتی کہ غیر مقلد علما کی کتابوں میں بھی اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مسنون اور مستحب ہے' اور مولانا علی محمد سلفی نے اس موضوع پر مستقل کتاب ''اجتماعی دعا بعد نماز'' تصنیف فرمائی۔ جس میں متشدد و غالی غیر مقلدین کی سخت سرزنش بھی کی ہے۔

لیکن صد ہا افسوس ہمیں ان ہم مشرب و ہم مسلک علماء پر ہے۔ جو جادۂ حق سے بہک گئے ہیں' اور سلف صالحین کے تعامل اور تحقیق سے روگردانی کر کے اس مسنون' متواتر اور متوارث عمل کو بدعت قرار دے کر اسے ترک کر دیا ہے اور اس کے خلاف تحریری و زبانی محاذ آرائی پر کمربستہ ہیں۔ حالانکہ ہم سب کے مقتداء' اساتذہ اور مشائخ سب ہی اس کی سنیت و استحباب کے قائل اور فاعل ہیں۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے — نگاہ یار سلامت ہزار میخانے

ان حالات و واقعات کے پیش نظر یہ مناسب اور ضروری سمجھا کہ احادیث و آثار' محدثین و مفسرین کے اقوال' فقہاء اور مفتیان دین کی آراء اور بالخصوص عمائدین و اکابرین دیوبند' جن کا علم و عمل زہد و تقوی اور فہم و فراست مینارۂ نور اور سنت نبوی ﷺ کا عکس جمیل گردانا جاتا ہے' کے ارشادات' تعامل' فتاوی اور مباحث پر مبنی علمی و تحقیقی دستاویز تیار کی جائے تاکہ

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِل ---کا مصداق پورا ہو جائے

اس سلسلہ میں راقم اثم کی نہ تو کوئی ذاتی تحقیق ہے اور نہ ہی کوئی علمی کمال۔ بلکہ صرف ناقل کی حیثیت سے مبسوط کتابوں کے منتشر اوراق سے گلہائے رنگا رنگ ایک گلدان میں سجا دیئے ہیں۔ جن کی روح پرور اور ایمان افروز مہک انشاء اللہ تعالیٰ دل و دماغ کو معطر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اس سلسلہ میں فضیلۃ الشیخ مفتی محمد اقبال مدفیوضہم مسجد کبریا' مدینۃ الحجاج اسلام آباد اور مخدومی و سیدی مولانا حمید الرحمٰن دامت برکاتہم خطیب منگرال ٹاؤن راولپنڈی کی معاونت کا بے حد سپاس گذار ہوں' جنہوں نے کتابوں کی فراہمی کے ساتھ پر خلوص دعاؤں سے نوازا۔

حوالہ جات کے نقل و اخذ میں پوری احتیاط کی گئی ہے' تاہم سہو و لغزش انسان کے خمیر میں شامل ہے۔ اس لئے اہل علم حضرات سے مودبانہ التماس ہے کہ غلطیوں اور خامیوں سے مربیانہ و ناصحانہ انداز میں نشاندہی فرمائیں۔ تاکہ ان کی اصلاح کی جا سکے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت و کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے مسلمانوں کی راہنمائی کا موجب بنائے۔ اور ہر خاص و عام کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

اِعْمَلْ بِعِلْمِیْ وَلاَ تَنْظُرْ اِلٰی عَمَلِیْ
یَنْفَعَکَ قَوْلِیْ وَلاَ یَضُرُّکَ تَقْصِیْرِیْ

بندۂ بے نوا
محمد عبدالمعبود عفا اللہ عنہ
۲۷ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ یکم ستمبر ۲۰۰۰ء

دعا کے آداب

ہر ایک چیز کے آداب ہوتے ہیں اور آداب ہی کی رعایت سے اس چیز کی عظمت اور اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ دعا کے بھی آداب پائے جاتے ہیں جن کی تعلیم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دی ہے،

حدیث:- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دعا کرتے ہوئے دیکھا کہ جو دعا میں یوں کہہ رہا تھا۔

یَا ذَالْجَلاَلِ وَالاِکْرَام

آپ ؐ نے ارشاد فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر لی ہے اب تو دعا مانگ تیری دعا ضرور قبول ہوگی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۲)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے نماز میں دعا کی جس میں نہ اللہ کی حمد بیان کی نہ نبیؐ پر درود بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی نے دعا میں جلد بازی کی، پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس سے یا اس کی موجودگی میں دوسرے آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دعا کرنے سے پہلے اسے چاہیے کہ اللہ کی حمد و ثنا کرے پھر اس کے رسول پر درود بھیجے اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۸۶، مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸)

درود شریف کی برکات:-

حدیث:- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد	بے شک دعا آسمان و زمین کے درمیان موقوف و معلق رہتی ہے، اس کا کچھ حصہ

منها شیءٌ حتّٰی تصلیَ علی نبیک. (ترمذی' ابواب الصلوۃ الوتر ج١ ص١١٥)

بھی اوپر نہیں جاتا (بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوتا) یہاں تک کہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود نہ بھیجے۔

حدیث :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں میں نے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد دعا میں' میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر رسول اللہ ﷺ کی ذات کے لئے درود پڑھا پھر میں نے اپنی ذات سے دعا شروع کی۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سل تعطه سل تعطه. (مشکوٰۃ ص ٩٣)

مانگ تو دیا جائے گا مانگ تو دیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء بین الصلاتین علی لا یرد.

دو درودوں کے درمیان مانگی جانے والی دعا کبھی مسترد نہیں ہوتی۔

علامہ علی بن سلطان القاری اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

شیخ ابو سلیمان درانی نے فرمایا۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو' تو دعا کی ابتدا حضور اقدس ﷺ کی ذات پاک کے لئے درود شریف سے کرو۔ پھر جو چاہو دعا مانگو۔ پھر دعا کا اختتام بھی رسول اکرم ﷺ کی ذات والاصفات کے لئے درود شریف پر ہی ہو۔

پھر اللہ جل شانہ اپنے لطف وکرم سے دونوں درود شریف تو قبول فرمالیں گے اور اس کے بے انتہاء کرم اور احسان سے بعید ہے کہ درمیان کی دعا قبول نہ فرمائیں (یعنی ضرور قبول ہوگی)۔ (شرح شفاج ٢ ص ١١٤)

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو دعا اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے

گا اور عطا فرمائے گا' اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل دعا کے وقت اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو۔

(مستدرک حاکم ج١ ص٤٩٣)

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے دعا کریں اور مانگیں اور فرمایا (اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید رکھتے ہوئے) اس بات کا انتظار کرنا کہ وہ مصیبت اور پریشانی کو اپنے لطف وکرم سے دور فرمادے گا۔ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ (مستدرک حاکم ج١ ص٤٩٣)

آدابِ دعا حدیث کے تناظر میں

امام جزریؒ نے مختلف احادیث سے آدابِ دعا کو بڑے سلیقہ سے اپنی کتاب "حِصَنُ حَصِین" کی زینت بنایا ہے۔

(۱) باوضو ہونا' (۲) پہلے اللہ کی حمد وثناء کرنا اور اس کے اسماء حسنٰی اور صفات کاملہ کا واسطہ دینا' (۳) پھر درود شریف پڑھنا' (۴) قبلہ رخ ہونا' (۵) خلوص دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور یہ یقین رکھنا کہ صرف اللہ جل شانہ ہی دعا قبول کرسکتا ہے' (۶) پاک وصاف ہونا' (۷) باوضو ہونا' (۸) کوئی نیک عمل دعا سے پہلے کرنا یا دو چار رکعت نماز پڑھ کر دعا کرنا' (۹) دعا کے لئے دوزانو ہو کر بیٹھنا' (۱۰) دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوں' (۱۱) خشوع وخضوع کے ساتھ باادب ہو کر دعا کرنا (پورے جسم سے ادب ظاہر ہو اور آواز میں پستی ہونا' (۱۲) دعا کرتے وقت عاجزی اور تذلل ظاہر کرنا' (۱۳) دعا کرتے وقت حال اور قال سے (یعنی جسم اور جان سے اور زبان) سے مسکینی ظاہر کرنا' (۱۴) آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا' (۱۵) شاعرانہ تک بندی سے اور گانے کی طرز سے بچنا' (۱۶) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام و صالحین کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا' (۱۷) گناہوں کا اقرار کرنا' (۱۸) خوب رغبت امید اور مضبوطی کے ساتھ جم کر اس یقین کے ساتھ دعا کرنا کہ ضرور قبول ہوگی' (۱۹) دل حاضر کر کے دل کی گہرائی سے دعا کرنا' (۲۰) کسی چیز کا بار بار سوال کرنا جو کم از کم تین بار ہو' (۲۱) خوب الحاح کے ساتھ دعا کرے یعنی للچا کر اصرار کے ساتھ اللہ سے مانگے' (۲۲) کسی امر محال کی دعا نہ کرے' (۲۳) جب کسی کے لئے دعا کرے تو پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے کے لئے' (۲۴) ایسی دعا کو اختیار کرے جس کے الفاظ کم ہوں' لیکن الفاظ کا معنوی

عموم زیادہ ہو یعنی ایک دو لفظ میں چند الفاظ میں دنیا و آخرت کی بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے' (۲۵) قرآن و حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں' ان کے ذریعہ دعائیں کرے ان کے الفاظ جامع بھی ہیں اور مبارک بھی' (۲۶) اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرے' اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے لئے بھی اللہ سے سوال کرے' (۲۷) امام ہو تو صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرے بلکہ مقتدیوں کو بھی دعا میں شریک کرے (واحد کے لفظ کے بجائے جمع کے الفاظ سے دعا کرے)' (۲۸) دعا کے ختم سے پہلے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے' (۲۹) اور رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجے' (۳۰) اور ختم پر آمین کہے' (۳۱) اور بالکل آخر میں منہ پر ہاتھ پھیر لے۔

ان آداب کی جس قدر ہو سکے رعایت کرے یوں اللہ کی بڑی شان ہے وہ بغیر رعایت آداب کے بھی قبول فرما سکتا ہے۔

"آمین" ضامن قبولیت :-

حدیث :- زہیر نمیری سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے' ہمارا گزر اللہ کے ایک بندے پر ہوا جو بڑے الحاح سے اللہ کے حضور دعا مانگ رہا تھا' رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کا مانگنا' گڑگڑانا سننے لگے پھر آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا' کہ اگر اس نے دعا کا خاتمہ صحیح کیا اور مہر ٹھیک لگائی' تو جو اس نے مانگا ہے اس کا اس نے فیصلہ کروالیا۔

ہم میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضورؐ صحیح خاتمہ کا اور مہر ٹھیک لگانے کا طریقہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا' آخر میں آمین کہہ کر دعا ختم کرے (تو اگر اس نے ایسا کیا تو پس اللہ سے طے کرالیا)۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴ باب التامین وراء الامام)

دعا کی فضیلت :-

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الدعاء هو العبادة — دعا مانگنا بعینہٖ عبادت کرنا ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ. (ترمذی ج ۲ کتاب الدعوات ص ۱۷۵۔ مستدرك ج۱ ص ۴۹۱۔ مسند امام احمد ج ۵ ص ۲۶۷)

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک جو لوگ میری عبادت (مجھے پکارنے سے) سرتابی کرتے ہیں وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ ذلیل وخوار ہوکر۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (پ۸ سورۃ الاعراف)

اپنے رب سے دعا کرو عاجزی اور زاری کے ساتھ، پوشیدہ یعنی آہستہ آواز سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے حد سے بڑھنے والوں کو۔

حدیث:۔

عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يقول الله تعالى عزوجل. انا عند ظن عبدی بی. وانا معه اذا دعانی.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ دعا میں مشغول ہوتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳)

حدیث:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. (ترمذی ج۲ کتاب الدعوات ص ۱۷۵)

دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

عبادت کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خضوع وتذلل اور اپنی بندگی ومحتاجی کا مظاہرہ اور دعا کا جزو وکل اور اوّل وآخر اور ظاہر وباطن یہی ہے، اس لئے دعا بلاشبہ

عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

الحدیث:۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل عبادت دعا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وقال ربکم ادعونی استجب لکم الخ (مستدرک ج ۱ ص ۴۹۱)

حدیث:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء سلاح المؤمن، وعمادُ الدِّين، ونور السمٰوٰتِ والأرض.

دعا مومن کے لئے ہتھیار ہے اور یہ دین کا ستون ہے اور زمین وآسمان کا نور ہے۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۲)

حدیث:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من فتح له منكم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة وما سئل الله شيئا يعنی احب اليه من ان يسئل العافية وقال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدعاء ينفع مما نزل و مما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء. (ترمذی ج۲ ص- الترغيب والترهيب ج۲ ص۴۷۹)

جس آدمی کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا (یعنی دعا مانگنے کی توفیق دے دی گئی) اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگی جاتی ہیں ان میں اللہ کو سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس سے دنیا وآخرت میں عافیت کی دعا مانگی جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دعا کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے، پس اے اللہ کے بندوں دعا کا اہتمام کرو۔

آپ کے اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جو بلا اور مصیبت ابھی تک نازل نہیں ہوئی، بلکہ اس کا صرف خطرہ اور اندیشہ ہے اس سے حفاظت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا

کرنی چاہیے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دعا بھی نافع ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو دور فرما کر عافیت نصیب فرمائیں گے۔

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لم يسأل الله يغضب عليه. (ترمذی ج۲ کتاب الدعوات ص۱۸۵۔ مستدرك ج۱ ص۴۹۱)

جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله حي كريم يستحيي اذا رفع الرجل اليه يديه أن يردهما صفرا خائبتين. (ترمذی ج۲ کتاب الدعوات ص۱۹۶۔ مستدرك حاكم ج۱ ص۲۹۷)

بے شک تمہارے رب میں بے حد حیا اور کرم کی صفت پائی جاتی ہے۔ جب بندہ اس سے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کردے۔

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أن الله رحيم كريم يستحيي من عبده أن يرفع اليه يديه، ثم لايضع فيهما خيراً. (مستدرك حاكم ج۱ ص۴۹۷)

بیشک اللہ تعالیٰ انتہائی حیا والے اور سخی ہیں اسے شرم محسوس ہوتی ہے جب بندہ اس سے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلائے اور وہ اس میں بہتری اور بھلائی نہ عطا فرمائے۔

حدیث:-

عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ربكم تبارك و تعالى حيى كريم يستحيى من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفراً.

(ابوداؤد ج۱ ص۱۴۸ باب الدعاء ابواب شهر رمضان)

ممنوع دعائیں:-

بسا اوقات انسان صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور جلد ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا علم بھی بہت محدود و ناقص ہے اس لئے بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی دعائیں بھی کرنے لگتا ہے جو اگر قبول ہو جائیں تو اس میں خود اسی کا خسارہ اور نقصان ہو۔ اس لئے رسول اللہؐ نے ایسی دعاؤں سے منع فرمایا ہے۔

حدیث:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم کبھی اپنے حق میں یا اپنی اولاد اور مال و جائیداد کے حق میں بددعا نہ کرو، مبادا وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو اور تمہاری وہ دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمادے (جس کے نتیجے میں خود تم پر یا تمہاری اولاد پر کوئی آفت آجائے) (صحیح مسلم)

حدیث:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی اپنی موت کی تمنا نہ کرے، نہ جلدی موت آنے کے لئے اللہ سے دعا کرے، کیونکہ جب موت آجائے گی تو عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا (اور اللہ کی رضا و رحمت حاصل کرنے والا کوئی عمل بندہ نہیں کر سکے گا، جو عمل بھی کیا جا سکتا ہے جیتے جی ہی کیا جا سکتا ہے) اور بندۂ مومن کی عمر تو اس لئے خیر ہی میں اضافہ اور ترقی کا وسیلہ ہے (اس لئے موت کی تمنا اور دعا کرنا بڑی غلطی ہے)۔" (صحیح مسلم ج۲ ص۳۴۲)

اجابت دعا:-

اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی سے بندے کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ بعض اوقات اظہار قبولیت میں دیر ہوتی ہے لیکن عام آدمی یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہی نہیں ہوئی۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس دعا کی قبولیت کے لئے جلد بازی سے کام نہ لیا جائے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔"

حدیث:-

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَالَمْ یَعْجَلْ یَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ.

(رواه البخاری ج۲ ص۹۳۸۔ مسلم ج۲ ص۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص دعا کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے، جب تک کہ جلدی نہ مچائے (پھر جلدی کرنے کا مطلب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دعا کرتے کرتے) کہتا ہے کہ میں نے دعا کی سو وہ قبول نہ ہوئی۔

تشریح:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا قبول ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ دعا کرنا نہ چھوڑے اور یوں نہ کہے کہ اتنا عرصہ ہوگیا دعا قبول نہیں ہوتی دعا کا ظاہری اثر نظر آئے یا نہ آئے بہرحال دعا مانگتا رہے۔

حدیث:-

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک بندہ قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہ کرے اس وقت تک اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے (اور) جب تک جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ جلدی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے، میں نے دعا کی اور دعا کی لیکن مجھے قبول ہوتی نظر نہیں آتی یہ کہتا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر دعا کرنے سے تھک جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۳۵۲)

حضرت موسیٰ کی دعا چالیس سال بعد قبول ہوئی:

قبولیت دعا کے باوجود اس کے ظاہر ہونے میں تاخیر بھی ممکن ہوسکتی ہے اور اس کے اظہار کا وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ اور سیدنا ہارون علیہما السلام دو نبی اللہ کے حضور دست بدعا ہیں۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ.

اے ہمارے رب مٹادے ان کے مال اور سخت کردے ان کے دل۔ (سورہ یونس آیت ۸۹)

اور اس کے جواب میں اللہ جل وشانہ نے ارشاد فرمایا قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا. کہ تمہاری دعا یقیناً قبول ہوگئی ہے۔ لیکن اس کے پورے چالیس سال بعد تک بھی فرعون اور اس کی قوم دھندناتی رہی اور قبولیت دعا کا اظہار چالیس سال بعد ہوا۔ (تفسیر بحرالمحیط ج۵ ص۱۸۶۔ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۴۲۹)

قبولیت دعا کی نوعیت:

حدیث:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ مسلمٍ یَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَّلَا قَطِیْعَةُ رَحْمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰی ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ یُعَجَّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَاِمَّا اَنْ یُدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا اِذًا نُکْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَکْثَرُ. (مسند امام احمد ج۳ ص۱۸۔ مستدرك حاكم ج۱ ص۴۹۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان کوئی دعا کرتا ہے، جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ جل شانہ اس دعا کی وجہ سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز عطا فرمادیتے ہیں۔ اسی دنیا میں اس کی دعا قبول فرمالیتے ہیں اور اس کا سوال پورا فرمادیتے ہیں یعنی جو مانگتا ہے وہ دے دیتے ہیں (۲) یا اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لیتے ہیں (جس کا ثواب آخرت میں دیں گے) (۳) یا دعا کرنے والے کو اس کی مطلوبہ شے کے برابر (اس طرح عطیہ دیتے ہیں کہ) آنے والی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس طرح تو ہم بہت زیادہ کمائی کرلیں

گے۔ آنحضرت ﷺ نے (اس بات کے) جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس سے بہت زیادہ ہے' (جس قدر تم دعا کرلو گے)۔

کن لوگوں کی دعا زیادہ لائق قبول ہوتی ہے:-

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَ تُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَ عِزَّتِيْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ. (مسند. امام احمد ج۳ ح۹۶۱۲،۷۵۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے)' (۱) روزہ دار کی جس وقت وہ افطار کرتا ہے' (۲) امام عادل کی یعنی اس مسلمان صاحب اقتدار کی دعا جو شریعت کے مطابق چلتا ہو اور سب کے ساتھ انصاف کرتا ہو' (۳) اور مظلوم کی دعا کو اللہ جل شانہ بادلوں کے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پروردگار عالم جل مجدہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں ضرور ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت (گزرنے) کے بعد ہو۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں ان (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں۔ (۱) والد کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ (ترمذی کتاب الدعوات ج۲ ص۱۸۲)

وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ حَتّٰى يَصْدُرَ وَدَعْوَةُ الْمُجَاهِدِ حَتّٰى يَقْفُلَ وَ دَعْوَةُ الْمَرِيْضِ حَتّٰى يَبْرَءَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ ثُمَّ قَالَ وَ اَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعَوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ. (رواه البيهقي في الدعوات الكبير)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ دعائیں (ضرور) قبول کی جاتی ہیں (۱) مظلوم کی دعا جب تک بدلہ نہ لے (۲) حج کے سفر پر جانے والے کی دعا جب تک گھر واپس نہ آجائے (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی دعا جب تک لوٹ کر گھر نہ پہنچے (۴) مریض کی دعا جب تک اچھا نہ ہوجائے (۵) ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے (پھر فرمایا) کہ ان دعاؤں میں سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے کرے۔

دعاء کا آخروی ذخیرہ:-

جو دعا دنیا میں قبول نہیں ہوتی وہ ذخیرہ آخرت بن کر حصول جنت کا باعث بن جاتی ہے۔

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو روز قیامت اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا مانگنے کا حکم دیا اور اسے قبول کرنے کا تجھ سے وعدہ کیا' کیا تو مجھے پکارا کرتا تھا؟

مومن جواب دے گا ہاں میرے اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا!

تو نے جتنی مرتبہ مجھے پکارا، میں نے اتنی مرتبہ ہی تیری دعا قبول کی۔ کیا تو نے مجھے فلاں فلاں دن کسی غم واندوہ سے نجات کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جو میں نے تجھ سے دور کر دیا۔

بندہ کہے گا ہاں میرے اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے دنیا میں جلدی ہی اس کا صلہ دے دیا اور تو نے مجھے فلاں فلاں دن اپنے اوپر نازل ہونے والے غم واندوہ سے نجات کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جس سے تو نجات نہ پا سکا۔

مومن کہے ہاں میرے مولا کریم۔ (ایسا ہی ہوا)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا!

میں نے اس کا اجر تیرے لیے جنت میں اتنی اتنی مقدار میں جمع کر دیا اور تو نے مجھے فلاں فلاں دن اپنی حاجت برآری کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جو تجھے پوری ہوتی نہ دکھائی دی۔ اس کا بدلہ میں نے تیرے لیے جنت میں جمع کر رکھا ہے۔

مومن انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی مراد دے دیتا ہے یا آخرت میں اس کے لیے جمع کر دیتا ہے۔ اس مقام پر مومن انسان خواہش کرے گا کہ اے کاش میری دعائیں دنیا میں پوری نہ ہوتیں اور مجھے آج ان کا صلہ ملتا۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۴۹۴)

حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی:

رسول اللہؐ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اس نے اس معاملہ میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لئے اس کا ارشاد ہے

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ واعْمَلُوْا صالحًا اِنّی بِمَا تَعْمَلُوْنَ علیمٌ۔

اور ایماندار بندوں سے فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ. اس کے بعد رسول اللہؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کر کے کسی مقدس مقام پر ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے پروردگار اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اس کا نشوونما ہوا ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہو گی۔

بعض لوگوں کو یہ خیال آتا ہے جب دعا اور اس کی قبولیت برحق ہے اور دعا کرنے والوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ. تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔

پھر دعا شرف قبولیت سے کیوں محروم رہتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انسان کی خوراک اور لباس اگر حلال طیب نہ ہو تو دعا کی قبولیت کے آڑے یہ چیزیں بھی آ جاتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لاَ یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا وَ قَالَ تَعَالٰی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک ہی (مال اور قول وعمل) قبول فرماتا ہے (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ (حلال کھانے کے بارے میں) اللہ جل شانہ نے پیغمبروں کو جو حکم فرمایا ہے وہی مومنین کو حکم فرمایا ہے، چنانچہ پیغمبروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو اور مومنین کو خطاب

آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّيَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَا رَب يا رَبِّ وَ مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّ غُذِىَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذَالِكَ. (مسلم شريف ج١ كتاب الزكوٰة صفحه ٣٢٦)

کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ' اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر رہا ہو' اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں' جس پر گرد و غبار اٹا ہو اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہو' یہ شخص دعا تو کر رہا ہے اور اس شخص کو حرام غذا دی گئی ہے' پس ان حالات کی وجہ سے اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔

اوقات اجابت:

بعض مخصوص اوقات جن میں رحمت خداوندی بندے کی طرف زیادہ راغب اور متوجہ ہوتی ہے۔ ان مبارک و مقدس گھڑیوں میں بندے کی دعائیں اور التجائیں بارگاہ خداوندی میں جلد شرفِ قبولیت حاصل کر لیتی ہیں۔

حدیث:- حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر و دبر الصلوٰت المكتوبات. قال ترمذى' هذا حديث حسن. (ترمذى ج٢ ص١٨٨' كتاب الدعوات)

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعاء اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد جو دعا مانگی جائے (وہ زیادہ قبول ہوتی ہے) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا!

حدیث:-

عن العرباض بن ساريه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى فريضة فله دعوة مستجابة و من ختم القرآن فله دعوة مستجابة. (معجم طبرانى ج١٨ ص٢٥٩ حديث٦٤٧)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو آدمی فرض نماز پڑھے (اور اس کے بعد دل سے دعا کرے) تو اس کی دعا قبول ہوگی اور اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کرے اور دعا کرے تو اس کی دعا بھی قبول ہوگی۔

حدیث:-

عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى الليل لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله فيها خيرا من امر الدنيا والاخرة الا اعطاه اياه وذلك كل ليلة. (صحيح مسلم ج١ ص٢٥٨)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ رات میں ایک خاص وقت ہے جو مومن بندہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرما دے گا اور اس میں کسی خاص رات کی خصوصیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہر رات میں ہوتا ہے۔

حدیث:-

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل ربنا تبارك و تعالىٰ كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الاخير يقول من يدعونى يستجيب له من

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جل شانہ آسمان دنیا کی طرف رات کے آخری حصہ میں نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی سائل

يسألنى فاعطيه من يستغفرنى فاغفرله. (صحيح مسلم ج١ ص٢٥٨)

ہے میں اس کے سوال کو پورا کروں۔ کوئی گناہوں کی بخشش کا طلبگار رہے، میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔

حدیث: - عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا كان ليلة الجمعة فان استطعت ان تقوم فى ثلث الليل الاخر فانها ساعة مشهودة والدعاء فيها مستجاب.

جمعہ کی شب کے آخری حصہ میں ایک ایسی مبارک گھڑی ہے۔ جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس وقت اٹھ کر اس سے فائدہ اٹھا لو۔ (ترمذی ج٢ ص١٩٧، ابواب الدعوات، باب فی دعا النبیؐ)

حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا

ہر منفرد، امام اور مقتدی کے لیے دعا کرنا مستحب ہے احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے ثابت ہے۔ میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا۔ تاکہ ان بے باک لوگوں کی زبانبدی ہو۔ جو دعا بعد نماز کو بدعت کہتے ہیں۔

(امداد الفتاوی ج ا ص٥٦٠)

دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ

احادیث میں حاجات طلبی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ اور اس کے آداب بھی مذکور ہیں۔

دعا کرنے کا پہلا ادب:

تو یہ ہے کہ بندہ اپنے دونوں ہاتھ سینے یا کندھے کے مقابل تک اٹھائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

المسألة ان ترفع يديك حذو منكبيك -- والابتهال ان تمد يديك جميعاً. (ابوداؤد ج١ ص١٤٨ باب الدعاء ابواب شهر رمضان)

اللہ تعالیٰ سے حاجت طلبی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور دعا کے وقت نہایت درجہ کی عاجزی و مسکنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے پھیلائے۔

ابن شہاب زہری کی مرسل روایت میں ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند صدره فى الدعا ثم يمسع بهما وجهه.

رسول اللہ ﷺ دعا میں اپنے سینے تک ہاتھ اٹھاتے، پھر ان کو اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ (مصنف عبدالرزاق ج٢ ص٢٤٧)

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ سیدھے ہاتھوں سے دعا کی جائے، ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ کی جائے۔

حدیث: - حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا دعأ جعل باطن كفه الى وجهه.

رسول اللہ ﷺ دعا میں دونوں ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف رکھتے تھے۔ (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۴۴ حدیث ۱۲۲۳۴)

حدیث: -حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سألتهم الله فسألوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱٤٨، مستدرك حاكم ج١ ص٥٣٦)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو، تو دعا میں اپنی ہتھیلیاں سامنے رکھ کر دعا کرو اور اپنے ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ مانگو۔

حدیث: -حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دعوت الله فادع بباطن كفيك ولا تدع بظهورها.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کر کے دعا کرو اور ہاتھوں کو الٹا کر کے دعا نہ مانگو (ابن ماجہ ص ۲۷۵ ابواب الدعا)

تیسرا ادب:

تیسرا ادب دعا کا یہ ہے کہ دعا والے بابرکت ہاتھ چہرہ پر پھیرے جائیں۔

حدیث: -

عن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا مديديه فى الدعا لم يرد هما حتى يمسح بهما وجهه.

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں چہرے پر پھیرنے سے پہلے نہیں لوٹاتے تھے۔ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۵۳۶، ترمذی ج ۲ ص ۱۷۴)

حدیث: -

ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا دعا فرفع يديه مسح وجهه بيديه:

رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو ہاتھ بھی اٹھاتے اور دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرتے تھے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸)

چوتھا مسنون ادب:

چوتھا مسنون ادب یہ ہے کہ ہاتھوں کو ساتھ جوڑ کر دعا نہ کی جائے بلکہ درمیان میں معمولی سا فاصلہ رکھا جائے، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔

وهذا يقتضى ان تكونا (اى يدين) متفرقتين مبسوطتين لا كهيئة الاغتراف. (مواهب لدنيه ج١٢ ص ٢٨ بحواله تحفة المطلوبه ص ١٢٩)

اس حدیث (یعنی مامن عبد یبسط الخ) کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ علیحدہ پھیلے ہوئے ہوں۔ (یعنی درمیان میں معمولی فاصلہ ہو) ملا کر اس طرح نہ رکھیں۔ جس طرح لپ بھر پانی لینے میں ملائے جاتے ہیں۔

حدیث: -حضرت ابن عباس کی روایت کے آخری حصہ میں ہے:

فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم. (ابوداؤد ج١ ص١٤٨ باب الدعا ابواب شهر رمضان)

جب تم دعا سے فارغ ہونے لگو تو دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرلو۔

چہرے پہ ہاتھ پھیرنے کی حکمت:

دعا کا پانچواں مسنون ادب چہرے پر ہاتھ پھیرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دعا کے اختتام پر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

حدیث: -عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

ثم اذا رديديه فليفرغ ذلك الخير على وجهه. (المعجم طبرانى كبير ج١٢ ص ٣٢٣ حديث ١٣٥٥٧)

دعا سے فارغ ہو کر جب ہاتھ نیچے کرنا ہوں تو پہلے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ تاکہ یہ خیر و برکت چہرے پر بھی پہنچ جائے۔

قاضی مدینہ یحییٰ بن سعید الانصاری تابعی حضرت انس بن مالک' حضرت سائب بن یزید اور فقہاء سبعہ مدینہ اور کبار تابعین کا معمول اس طرح بیان کرتے ہیں۔

كانوا يدعون ثم يردون ايديهم علي وجوهم ليردوا البركة. (مصنف عبدالرزاق ج۲ ص ۲۵۳ بحواله تحفة المطلوبه ص ۱۳۲)

یہ حضرات دعاؤں میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر آخر میں دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے تھے۔ تاکہ یہ خیر و برکت چہرہ پر بھی پہنچ جائے۔

صاحب مراقی الفلاح فرماتے ہیں:

''دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ دعا کے دوران جو برکات ہاتھ پر نازل ہوتی ہیں' ان سے چہرہ بھی فیض یاب ہو جائے' اور اس میں تکالیف دور ہونے نیز عنایات خداوندی حاصل ہونے کا نظریہ بھی پایا جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۷۳)

چھوٹوں سے دعا کی درخواست:

عمر اور مرتبہ میں اپنے سے چھوٹے آدمی سے بھی دعا کی درخواست کرنا سنت ہے۔

حدیث:-

عن عمر بن الخطاب قال استاذ نب النبی صلی الله عليه وسلم فی العمرة فاذن وقال اِشركنا يا اخی فی دعائک ولا تنسنا فقال كلمه ما يسرنی ان لی بها الدنيا. (ابوداؤد ج۱ ص۱۴۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں کہ' ایک دفعہ میں نے عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ جانے کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی' تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا' بھیا ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شامل کرنا اور ہم کو بھول نہ جانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھیا کا جو کلمہ کہا' اگر مجھے اس کے عوض ساری دنیا دے دی

جائے تو میں راضی نہ ہوں گا۔

پہلے اپنے لئے دعا:-

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی۔

كان اذا ذكر احدا فدعاله بدا بنفسه. (ترمذی ابواب الدعوات ج۲ ص ۱۷۶)

جب کسی کو یاد فرماتے اور اس کے لئے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ پھر اس شخص کے لئے دعا فرماتے۔

دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کے لئے دعا کرنی ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مانگے' اس کے بعد دوسرے کے لئے۔ اگر صرف دوسرے کے لئے مانگے گا تو اس کی حیثیت محتاج سائل کی نہ ہو گی۔ بلکہ صرف ''سفارشی'' کی سی ہو گی اور یہ بات دربار الٰہی کے کسی منگتا کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آپ کسی دوسرے کے لئے دعا فرمانا چاہتے تھے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ عبدیت کاملہ کا تقاضا یہی ہے۔

خفی دعا افضل ہے:

مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری نے ایک سوال کے جواب میں بڑی محققانہ بحث فرمائی ہے۔ جسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

سوال:- بعد نماز پنجگانہ امام کے لئے مستحب اور مسنون جہراً دعا مانگنا ہے یا سراً؟ عام طور پر لوگ جہراً دعا کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ امام کی دعا پر آمین آمین کہنے کو فضیلت کی چیز سمجھتے ہیں' جو امام سراً دعا مانگتا ہے اس سے ناخوش ہوتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ ہم کو آمین کہنے سے محروم کیا جاتا ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا وتوجروا

الجواب:- فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی کے مل کر دعا مانگنے کی بڑی فضیلت ہے اور اس کا مسنون اور افضل طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آہستہ دعا مانگیں یہ طریقہ اخلاص سے پر' خشوع و خضوع' عاجزی والا و نیز دل پر اثر انداز قبولیت کے قریب اور ریا کاری سے دور ہے۔ دعا میں اصل اخفاء ہے۔

كما قال الله تعالٰى اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْن (قرآن مجید)

یعنی اے بندو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرتے رہو۔ (زور سے دعا کرنا حد سے تجاوز کرنا ہے اور) بے شک خداوند قدوس حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

مذکورہ آیت میں اللہ عزوجل نے دعا کے دو آداب بیان فرمائے (۱) دعا عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ ہونی چاہئے۔ (۲) دعا آہستہ آہستہ مانگنی چاہئے۔

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریقہ تھا کما قال الله تعالی اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا۔ یعنی (زکریا علیہ السلام نے) پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے۔

نیز حدیث شریف میں ہے۔ خَیر الدُّعَاء الخفی. بہتر دعا خفی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔

یا ایها الناس اربعوا علٰی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعاً و قریباً و هو معکم. (بخاری شریف ج۲ ص۶۰۵، مسلم شریف ج۲ ص۳۴۶)

اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم اس ذات کو نہیں پکار رہے ہو جو بہری اور غائب ہے تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکار رہے ہو اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

تفسیر کبیر میں علامہ امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعاء یدل علیه وجوه (الاوّل) هٰذه الأية (ای ادعوا ربکم الخ) فانها تدل علی انه

علامہ رازیؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ دعاء میں اخفاء ہی قابل عمل ہے اور اس کی چند دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) مذکورہ آیت ادعوا ربکم

تعالٰی امر بالدعاء مقروما بالاخفاء و ظاهر الامر للوجوب فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونه ندباً ثم قال تعالٰی بعده انه لا یحب المعتدین والاظهر ان المراد انه لا یحب المعتدین فی ترک هذین الامرین المذکورین وهما التضرع والاخفاء فان الله تعالٰی لا یحبه و محبة الله عبارة عن الثواب فکان المعنی ان من ترک فی الدعاء التضرع والاخفاء فان الله لا یثیبه البتة ولا یحسن الیه و من کان کذلک کان من اهل العقاب لا محالة فظهران قوله تعالٰی انه لا یحب المعتدین کالتهدید الشدید علی ترک التضرع والاخفاء فی الدعا.

الی قوله (انه لا یحب المعتدین) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالٰی نے بندوں کو آہستہ آہستہ دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے اور صیغۂ امر ظاہراً وجوب کے لئے ہوتا ہے ورنہ کم از کم ندب کے لئے تو ہوگا ہی پھر بعد میں خداوند تعالٰی نے فرمایا انه لا یحب المعتدین اور اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی مذکورہ دو امر (تضرع و اخفاء) میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور آیت میں لا یحب سے لایثیبه مراد ہے اب آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ دعا میں تضرع اور اخفاء کو چھوڑ دیں۔ تو اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ ثواب کے مستحق نہیں ہوں گے بلکہ سزا کے حقدار ہوں گے۔ (تفسیر کبیر ج۴ ص۳۴۷)

تفسیر بیضاوی میں:

فان الاخفاء دلیل الاخلاص (ص ۲۹۴)

آہستہ آہستہ دعا کرنا اخلاص کی دلیل (علامت) ہے (اور خدا تعالٰی کو اخلاص والا عمل از حد محبوب ہے)۔

تفسیر مہائمی میں ہے:

والافضل فی الدعاء الاخفاء فانّ الاخفاء دلیل الاخلاص.

دعاء میں اخفاء افضل ہے۔ اس لئے کہ یہ طریقہ اخلاص سے قریب ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

ادعوا ربکم الخ ای متضرعین متذللین مخفین الدعاء لیکون اقرب الی الاجابة لکون الاخفاء دلیل الاخلاص والاحتراز عن الریاء.

ادعو ربکم الخ یعنی خشوع، خضوع، عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کرو کہ یہ قبولیت کے قریب ہے۔ اس لئے کہ سراً دعا کرنا اخلاص کی علامت ہے اور ریاکاری سے دوری کی دلیل ہے۔ (ج ۳ ص ۱۷۷)

تفسیر فتح البیان میں ہے:

والخفیة الاسرار به فان ذلک اقطع العرق الریاء. (ج ۲ ص ٤٠)

(ایت آدعوا ربکم تضرعاً خفیه میں) خفیہ کے معنی سراً دعا کرنے کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ (سراً دعا کرنا) ریاکاری کی رگ کو کاٹنے کے لئے بہت ہی مؤثر ہے۔

اور تفسیر مظہری میں ہے:

ویدل علی کون ذکر السر افضل ومجمعا علیه من الصحابة من تبعهم قول الحسن ان بین دعوة السر و دعوة العلانیة سبعون ضعفا ولقد کان المسلمون یجتهدون فی الدعاء وما یسمع

سری ذکر افضل ہے۔ صحابہ اور تابعین کا اسی پر اتفاق رہا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سری دعاء اور جہری دعا میں ستر درجہ کا فرق ہے۔ مسلمان بہت لگن سے دعا کرتے تھے۔ مگر ان کی آواز قطعاً سنائی نہیں دیتی تھی۔ صرف لبوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی تھی۔

لهم صوتا الاهمسا بینهم و بین ربهم و ذلک ان الله سبحانه و تعالٰی یقول ادعوا ربکم تضرعًا خفیةً و ان الله ذکر عبداً صالحًا و رضی فعله فقال اذ نادیٰ ربه نداءً خفیا و ایضاً یدل علی فضل الذکر الخفی حدیث سعد بن ابی وقاص قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر الذکر الخفی و خیر الرزق ما یکفی اه.

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعو ربکم تضرعا و خفیة اور عبد صالح (حضرت زکریا علیہ السلام) کے تذکرہ میں فرمایا۔ اذا نادیٰ ربه نداء خفیا. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر دعاء خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔ (ترجمہ تفسیر مظہری ج ۴ ص ۳۱۷ هکذا فی تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹)

اسی وجہ سے امت کے ائمہ اربعہ میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دعا سراہی افضل ہے۔ چنانچہ امداد الفتاوی میں "مسلک السادات الی سبیل الدعوات" (جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا) کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں۔

اعلم انه لا خلاف بان المذاهب الاربعة فی ندب الدعاء سر اللامام والفذ واجاز المالکیة والشافعیة جهر الامام به لتعلیم المامومین اوتامینهم علی دعائه. (ج ۱ ص ٥٤٩)

خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعا مانگنا امام اور منفرد کے لئے مستحب ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ امام کے لئے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ دعا جہراً پڑھے تاکہ مقتدیوں کو تعلیم ہو یا اسکی دعا پر آمین کہہ سکیں۔

اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما الدعاء فیسربه بلا خلاف. (مسلم ج۱ ص ۲۱۱)

یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دعا سراً کرنی چاہئے۔

فتاوی سراجیہ میں ہے:

یستحب فی الدعاء الاخفاء ورفع الصوت بالدعاء بدعة

یعنی مستحب یہ ہے کہ دعا سراً مانگی جائے بلند آواز سے دعا مانگنا بدعت ہے۔ ص۷۳

فتاوی بزازیہ میں ہے:

یدعو الامام جهرًا لتعلیم القوم ویخافته القوم اذا تعلم القوم و یخافت هو ایضًا و ان جهر فهو بدعة. (فتاویٰ بزازیہ جلد اوّل مع الهندیه ج٤ ص٤٣)

امام مقتدیوں کو سکھلانے کے لئے جہراً دعا کرے اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں اگر زور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

معلوم ہوا کہ جہراً دعا مانگنے پر مداومت نہیں ہونی چاہئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والمختار ان الامام والماموم یخفیان الذکر الا ان احتاج الی التعلیم (فتح الباری ج۲ ص۲٦۹)

یعنی مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں' ہاں جب دعا کے سکھانے کی ضرورت ہو پھر (سیکھنے تک) مضائقہ نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

والسنة ان یخفی صوته بالدعاء کذا فی الجوهرة النیرة ج۱ ص ۱٤۸ الباب الخامس فی کفیة اداء الحج.

یعنی سنت طریقہ یہ ہے کہ سراً دعا مانگے۔

البحر الرائق میں ہے:

لقوله تعالٰی انه لایحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء. (ج ۲ ص ۱۹۲)

یعنی فرمانِ خداوندی "انه لا یحب المعتدین" کا مطلب یہ ہے کہ زور زور سے دعا کرنے والوں کو خدا تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وتری کثیراً من اهل زمانک یعتمدون الصراخ فی الدعاء خصوصاً فی الجوامع حتی یعظم اللغط و شتد وتستک المسامع و تستد ولا یدرون انهم جمعوا بین بدعتین رفع الصوت فی الدعاء و کون ذلک فی المسجد وروی ابن جریر عن ابن جریج ان رفع الصوت بالدعاء من الاعتداء المشار الیه بقوله سبحانه انه لا یحب المعتدین.

تم بہت سے اماموں کو دیکھو گے کہ وہ دعا زور زور سے مانگتے ہیں خاص کر جامع مسجدوں میں حتی کہ اتنا چیختے ہیں کہ جس کی وجہ سے (گویا) کان بہرے اور بند ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ بدعتوں کو جمع کر رہے ہیں (۱) زور سے دعا مانگنا (۲) مسجد میں یہ حرکت کرنا۔ ابن جریر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنا اس اعتداء (حد سے تجاوز کرنا) میں سے ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول انه لا یحب المعتدین سے اشارہ فرمایا ہے۔ (ج۸ ص۱۳۹ سورۂ اعراف)

خلاصۂ کلام یہ کہ مذکورہ محدثین' مفسرین اور فقہاء کے اقوال سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ سراً دعا مانگنا' امام' مقتدی اور منفرد ہر ایک کے لئے افضل اور مسنون ہے۔ امام کا زور سے دعا مانگنے کی عادت بنا لینا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ اماموں کو چاہئے کہ سنت کی عظمت اور اہمیت کو پہچانیں۔ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ عوام اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کریں۔

اقوال مذکورہ کے علاوہ اکابرین کے اقوال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہی ہے لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مکروہ بہر حال مکروہ ہے۔ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے اور اولویت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے۔''

(النفائس المرغوبہ ص ۵۰۴)

اخیر میں مفتی اعظم (پاکستان) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے۔ سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ امام بآواز دعائیہ کلمات پڑھتا ہے اور عام طور پر بہت سے لوگ مسبوق ہوتے ہیں۔ جو باقی ماندہ نماز کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔ ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کسی سے یہ صورت منقول نہیں کہ نماز کے بعد وہ (امام) دعا کرے اور مقتدی صرف آمین کہتے رہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ طریقۂ مروجہ قرآن کے بتلائے ہوئے طریقہ کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کی سنت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے عام حالات میں اس سے اجتناب کر کے امام و مقتدی سب آہستہ آہستہ دعاء مانگیں۔ ہاں کسی خاص موقعہ پر جہاں مذکورہ مفاسد نہ ہوں کوئی ایک جہراً دعاء کرے اور دوسرے آمین کہیں۔ اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ (احکام دعا ص ۱۱)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بدعت کی جڑ یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی مصلحت سمجھ کر خلاف سلف صالحین و نصوص واردہ کوئی فعل اختیار کر لیا جائے۔ بدعت دفعۃً نہیں آتی۔ اسی طرح آہستہ آہستہ آتی ہے۔ اہل فہم پہلے سے ہی سمجھ جاتے ہیں اور روک دیتے ہیں۔ دوسرے لوگ بعد میں متنبہ ہوتے ہیں۔ (الورد الشذی علی جامع الترمذی ص ۷۰)

اماموں کو چاہئے مذکورہ اقوال میں غور و تدبر کریں۔ مقتدیوں کو بھی امام کو جہراً دعا کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کی دعا سنتا ہے۔ عربی میں یاد نہ ہو تو فارسی میں اردو میں گجراتی وغیرہ میں جو اس کی زبان ہو۔ اسی زبان میں دعا مانگے خدا تعالیٰ ہماری عبادات کو بدعات اور مکروہات سے محفوظ رکھے۔ آمین

مساجد کے امام مقتدی اور مقتدر علماء غفلت برتتے رہے تو یہ بدعت جڑ پکڑ جائے گی اور سنت کی نورانیت اور دعا کی برکات سے امت محروم ہو جائے گی۔

(فتاوی رحیمیہ ج ۴ ص ۳۲۵ تا ۳۲۲)

خفی دعا ستر گناہ افضل ہے:

محقق عصر حاضر شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت امام حسن بصریؒ کے اس ارشاد کہ مسلمان پوری وسعت اور ہمت سے دعا کیا کرتے تھے لیکن ان کی آواز نہیں سنی جاتی تھی اور قرآن کریم کی دو آیتوں (اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الآية اور اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا) سے ذکر بالسر پر استدلال کا تذکرہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۴۱ طبع مصر تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹ طبع مصر، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۲۱ طبع مصر اور تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۳۱ طبع مصر میں بھی موجود ہے اور تفسیر کبیر میں یہ بھی مذکور ہے۔

الحجة الرابعة قوله عليه السلام دعوة في السر تعدل سبعين دعوة في العلانية و عنه عليه السلام خير الذكر الخفي و خير الرزق ما يكفي.	چوتھی حجت آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ آہستہ ایک دفعہ کی دعا بلند آواز سے ستر مرتبہ دعا کے برابر ہے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔ (ج ۱۳ ص ۱۳۱)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کے بلند آواز سے دعا پر ستر گنا ثواب زیادہ ہونے پر صرف حضرت حسن بصریؒ کا قول وارشاد نہیں بلکہ بقول امام رازیؒ اس

کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی حدیث بھی موجود ہے اور یہ وہی حدیث ہے جس کا ذکر تفسیر مظہری کے حوالہ سے پہلے ہو چکا ہے۔

(د) حضرت امام ابو حنیفہؒ کا اس آیت کریمہ سے اخفاء دعاء پر استدلال اس قدر واضح ہے کہ امام ابو عبداللہ محمد بن عمرؒ فخر الدین الرازی الشافعیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ) نے فقہی مسلک کے اختلاف اور منطقی اور فلسفی ہونے کے باوجود امام صاحبؒ کے استدلال کو صرف صحیح اور درست ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ سپر ڈال کر ان کے ہمنوا ہو گئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة رحمه الله تعالٰی اخفاء التأمین افضل . وقال الشافعی رحمه الله تعالٰی اعلانه افضل و احتج ابو حنیفة رحمه الله تعالٰی علی صحة قوله قال فی قوله اٰمین وجهان احدهما انه دعاء والثانی انه من اسماء اللّٰه تعالٰی فان کان دعاءً وجب اخفائه لقوله تعالٰی اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تضرعاً وَّ خفیة و ان کان اسما من اسماء الله تعالٰی و جب اخفائه لقوله تعالٰی واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خفیة فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبیة و نحنی

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے امام ابو حنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالٰی کے ناموں میں سے ہے پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو اور اگر وہ اللہ تعالٰی کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے سو اگر وجوب ثابت نہ ہو تو استحباب سے کیا کم

بهذا القول نقول . (تفسیر کبیر ج۱۳ ص ۱۳۱ طبع مصر)

ہوگا؟ اور ہم بھی اسی قول کے قائل ہیں۔

اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ امام فخر الدین الرازیؒ کے نزدیک حضرت امام ابو حنیفہؒ کا دونوں آیتوں سے اس بات پر استدلال صحیح ہے کہ دعا بھی آہستہ ہو اور ذکر اللہ بھی آہستہ ہو اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امام رازیؒ آہستہ آمین کہنے کے حق میں ہیں اور اس مسئلہ میں وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک اور دلیل کو ونحن بِهٰذَا القولِ نَقُوْلُ کہتے ہوئے ترجیح دیتے ہیں۔

(ہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بعد جس طرح حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم حتیٰ کہ حضرت امام رازی الشافعیؒ بھی اس آیت کریمہ سے ذکر جہر اور جہر بالدعاء کو حدود شرع سے متجاوز سمجھتے ہیں، اسی طرح مشہور غیر مقلد عالم قاضی محمدؒ بن علی الشوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) بھی بلند آواز سے دعاء کرنے کو حدود شرعیہ سے متجاوز سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ اس آیت کریمہ کے آخری حصہ اِنَّهٗ لا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و من الاعتداء فی الدعاء ان یسأل الداعی ما لیس له کالخلود فی الدنیا او ادراک ماهو محال فی نفسه او فی الآخرة او یرفع صوته بالدعاء ما رخابه (تفسیر فتح القدیر ج۲ ص ۲۱۳ طبع مصر)

اور دعا میں تجاوز کرنا یہ بھی ہے کہ دعاء کرنے والا ایسی چیز کا مطالبہ کرے جو اس کو حاصل نہیں ہوسکتی مثلاً یہ کہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کی دعاء کرے یا ایسی چیز کے حاصل کرنے کی دعاء کرے جو فی نفسہ محال ہو یا آخرت میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درجہ کو پہنچنے کی دعاء کرے یا بلند آواز سے چلا کر دعاء کرے۔

آخر کے خط کشیدہ الفاظ اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل صاف اور واضح ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کو بھی قاضی شوکانیؒ کا یہ حوالہ پیش نظر رکھنا چاہیے جن کے

علم وتحقیق پر وہ اعتماد کرتے ہیں۔ الغرض قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ذکر بالجہر اور بلند آواز سے دعاء کرنے کی نفی کرتی ہے اور اس سے ذکر بالجہر کی بدعت ہونے پر استدلال ماوشما کا نہیں تا کہ اس میں کیڑے نکالے جائیں بلکہ حضرت ابن مسعودؓ اور فقیہ امت حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دیگر اکابر فقہاء احناف کا ہے اب جس کا جو جی چاہے کرے اور جس کی بات چاہے مانے کیونکہ

نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا

حافظ ابن القیم (ابو عبداللہ محمدؒ بن ابی بکرؒ) المتوفی ۷۵۱ھ آہستہ دعاء کرنے کے بارے میں دس فوائد اور حکمتیں بیان کرتے ہیں، جن کا نہایت مختصر سا خلاصہ یہ ہے ❶ آہستہ دعاء کرنا ایمان کی بڑی عظمت ہے (اعظم ایمانا) ❷ اس سے ادب کا بہت بڑا پہلو نمایاں ہوتا ہے (اعظم فی الادب) ❸ عاجزی اور خشوع میں یہ بہت بڑا دخل رکھتا ہے ❹ اخلاص میں اس کا بہت بڑا دخل ہے۔ ❺ اس سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جمعیت قلب ہوتی ہے ❻ آہستہ دعاء کرنے والے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا تعلق نمایاں ہوتا ہے ❼ یہ دوام طلب کی طرف بہت داعی ہے (ادعیٰ الی دوام الطلب) ❽ یہ خشوع کو قطع کرنے والے اسباب اور مشوشات سے بعید تر ہے۔ ❾ حاسد کے مکر سے بعید تر ہے ❿ دعاء چونکہ ذکر ہے اور اس کا اخفاء اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے، لہٰذا دعاء بھی آہستہ ہو۔ (محصلہ بدائع الفوائد ج ۳ ص ۶ تا ۹۔ حکم ذکر بالجہر ص ۲۳ تا ۲۵)

قرآن سے نماز کے بعد دعا کا ثبوت:

فرض نماز کے بعد کا وقت ایسا مبارک اور مقدس ہے کہ اس میں اللہ کے حضور جو دعا کی جاتی ہے۔ اس کی قبولیت کا قوی امکان ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ اپنے محبوب ﷺ کو ان مبارک اوقات میں دعا کی مشغولیت کا حکم فرماتے ہیں۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ. (سورہ انشراح)

جب آپ فارغ ہوں تو محنت کریں۔ اور اپنے رب کے ساتھ دل لگائیں۔

جلیل القدر ائمہ تفسیر جیسے ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، امام قتادہؒ، امام ضحاکؒ، امام مقاتلؒ، امام کلبیؒ اور امام مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ فَانْصَبْ اِلٰی رَبِّکَ فِی الدُّعَاءِ فَارْغَبْ، اِلَیْہِ فِی الْمَسْئَالَتِی یُعْطِیْکَ.

جب آپ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں تو دعا مانگنے میں اپنے آپ کو محنت میں ڈالیں اور سوال کرنے میں اس کی طرف رغبت کریں۔ (تفسیر بغوی ج ۴ ص ۵۰۳، معالم التنزیل مع اللباب التاویل ج ۷ ص ۲۲۰)

حضور انور ﷺ نے بھی فرض نمازوں کے بعد کے اوقات کو دعا کی قبولیت کے لئے موثر قرار دیا ہے۔ اور اس وقت دعا کرنے کی ترغیب دی اور تلقین فرمائی ہے اور خود بھی ان مبارک اوقات میں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا نظر آتے ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد سید الابرار ﷺ کی دعاؤں پر مشتمل مقدس احادیث کی ایمان افروز جھلک پیش کی جاتی ہے۔

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے

رسول اللہ ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد مختلف اذکار اور متعدد دعائیں صحیح مرفوع احادیث سے ثابت ہیں۔

حدیث: - حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے والی شام سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مکتوب لکھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد کیا پڑھتے تھے' انہوں نے جواباً لکھا۔

فرض نماز کے فوراً بعد دعا:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا فرغ من الصلوٰة وسلم قال: لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شيئ قدير. اللهم لامانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد.

رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے لا الہ الا اللہ الخ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۸ باب مایقول اذا سلم، نسائی ج ۱ ص ۱۹۷ کتاب السھو)

صحیح بخاری میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلٰوۃ مکتوبۃ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷) اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ علاوہ ازیں "اذا سلم" سے یہ بھی صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد اور سنتوں سے پہلے آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے۔

حضرت ابن زبیرؓ کی روایت فرض نماز کے بعد دعا:

(۲) حدیث:

عن ابى الزبير قال سمعت عبدالله بن الزبير يخطب على هٰذا المنبر وهو يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا سلم في دبر الصلوٰة او الصلوات لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيئ قدير. لا حول ولا قوة الا بالله. لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل، وله الثناء الحسن لا اله الله مخلصين له الدين ولوكره الكافرون. (صحيح مسلم ج۱ ص ۲۱۸، ابوداؤد ج۱ ص ۲۱۸ ما يقول الرجل اذا سلم)

ابوزبیر تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا' وہ اس منبر پر خطبہ کے دوران فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد نماز ختم ہونے پر یہ دعا پڑھتے تھے۔ لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی طاقت سب اللہ ہی کے ارادہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہم سب اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ سب نعمتیں اسی کی ہیں۔ فضل اور احسان اسی کا ہے۔ اچھی تعریف بھی اسی کے لئے ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' ہم پورے اخلاص کے ساتھ اس کی بندگی کرتے ہیں' اگرچہ منکروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

صحیح مسلم میں اس روایت میں یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔

وقال ابن الزبير: كان رسول

راوی حدیث' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

الله صلی الله علیه وسلم یهلل بهن دبر کل صلاة. (صحیح مسلم ج۱ ص۲۱۸)

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ کلمات تہلیل ہر (فرض) نماز کے بعد پڑھتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف میں اسی حدیث میں راوی کا بیان ہے۔

کان اذا سَلَّمَ مِنْ صلاتِهٖ یَقُوْلُ بصوتهِ الاَعْلٰی. (رواه مسلم)

علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

رجالہ ثقات۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۳۔ مشکوٰۃ ج۱ ص۹۵ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

"دبر کل صلاة مفروضة" (التحفه: ۲۳' بحواله التحفة المطلوبه ص ۱۱)

الشیخ علامہ خلیل احمد سہارنپوری اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ (بذل المجہود ج۲ ص۳۵۷)

حضرت علیؓ کی روایت فرض نماز کے بعد دعا:

حدیث:۔

عن علی ابن ابی طالب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (سنن ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو اس طرح دعا کرتے تھے۔ اللھم اغفرلی الخ اے اللہ! مجھے بخش دے جو میں نے پہلے گناہ کئے اور جو بعد میں کئے اور جو میں نے پوشیدہ کئے اور جو میں نے اعلانیہ کئے اور جو میں نے حد سے تجاوز کی اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے

ج۱ ص۱۵۰ ابواب شهر رمضان باب الدعاء)

والا ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

امام ترمذی نے یہ روایت بہت لمبی بیان کی ہے۔ جس کی ابتدا اس طرح ہے۔

عن رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام الی الصلوٰة المکتوبة الخ اور آخر میں **وهذا حدیث حسن.** (جامع ترمذی ج۲ ص ۱۸۰ کتاب الدعوات)

محدث ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں **"کتاب الصلوٰۃ' فصل فی القنوت"** کے تحت **"ذکر ما یستحب للمرء ان یسأل تعالیٰ فی عقیب الصلوۃ"** کے عنوان سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ (صحیح ابن حبان ج۵ ص۳۷۲' مجلس عملی سراجی بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص۱۲)

اس روایت کی ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزھد میں یہ الفاظ ہیں۔

حدیث:

عن عبدالعزیز بن ابی رواد قال حدثنی علقمه بن مرشد و اسماعیل بن امیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا فرغ من صلوته رفع یدیه وضمهما وقال: رب اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی. انت المقدم و انت المؤخر لا اله الا انت لک

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور دونوں کو ملاتے اور یہ دعا مانگتے تھے۔ رب اغفر الی الخ۔ (کتاب الزھد والرقائق ص۴۰۵)

الملک ولک الحمد.

حدیث:

عن البراء انه صلى الله عليه وسلم كان يقول بعد الصلاة: رب قني عذابك يوم تبعث عبادك.

رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد کہتے تھے۔ رب قنی الخ۔

(صحیح مسلم ج ص ۲۴۷)

سلام کے بعد کلام سے پہلے دعا:

حدیث:

عن مسلم بن الحارث التميمي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه اسر اليه فقال اذا انصرفت من صلاة المغرب فقل (وزاد في رواية قبل: ان تكلم أحدا) اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ، سَبْعَ مرَّاتٍ، وَاِذا صَلّيت الصُّبْحَ فقل. كذلك

مسلم بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سرگوشی کے طور پر مجھے فرمایا کہ تم نماز مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے سات مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ اللھم اجرنی من النار اور اسی طرح نماز فجر کے بعد بھی پڑھو۔ (سنن ابوداؤد ج۲ ص۲۰٦ کتاب الادب باب مایقول اذا اصبح)

علامہ ظفر احمد عثمانی مذکورہ تینوں روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"حضرت علیؓ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے اور تیسری روایت جو مسلم بن حارث سے مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کی جائے۔

(اعلاء السنن ج۳ ص۱۹٤)

آپؐ ہمیشہ فرائض کے بعد دعا کرتے تھے:

حدیث:

عن ابو امامة قال مادنوت من رسول الله صلى الله عليه وسلم في دبر كل صلاة مكتوبة ولا تطوع الا سمعتهٗ يقول: اللهم اغفرلي ذنوبي وخطاياي كلها. اللهم انعشني واجبرني واهدني لصالح الاعمال والاخلاق، انه لا يهدى لصالحها ولا يصرف سيئها الا انت.(عمل اليوم والليلة ابن سني ص١٠٤)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں جب کبھی آپؐ کے پاس گیا' آپ کو ہر فرض اور نفل نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنتا اللھم اغفر الخ۔ اے اللہ! میرے سب گناہ اور تمام خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ! مجھے نیک اعمال اور عمدہ اخلاق کے لئے سرگرم اور مجبور فرما اور ان کی طرف مجھے ہدایت عطا فرما کیونکہ نیکی کی طرف ہدایت اور برائی سے حفاظت تو ہی فرما سکتا ہے۔

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

رجال رجال الصحیح غیر الزبیر بن خریق وهو ثقة.

(مجمع الزوائد ج١ ص١١٢)

علامہ ہیثمیؒ نے طبرانی صغیر کے حوالہ سے یہ دعائیہ کلمات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی بیان کئے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما صليت خلف نبيكم صلى الله عليه وسلم الا سمعته يقول حين ينصرف: اللهم انعشني

میں نے جب بھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں کی طرف رخ کر کے

واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق. انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سیئها الا انت. قال الهیثمی: اسناده جید.

یہ دعا پڑھتے سنا۔ اللهم اغفرلی الخره.

(مجمع الزوائد ج۱ ص۱۱۱)

حدیث:

عن عبدالرحمن بن غنم عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال قبل ان ینصرف ویثنی رجله عن صلاة المغرب والصبح، لا اله الا الله وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد بیده الخیر، یحیی ویمیت وهو علی کل شیئ قدیر عشر مراة کتب له بکل واحدة عشر حسنات و محیت عنه عشر سیئات، ورفع له عشر درجات، وکانت حرزا من کل مکروه، و حرزا من الشیطان الرجیم، ولم یحل لذنب یدرکه الا الشرک فکان من أفضل الناس عملا الا رجلا یفضله یقول أفضل مما قال.

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن غنم رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جس آدمی نے نماز سے اپنا رخ پھیرنے سے پہلے اور اپنا پاؤں دہرا رکھتے ہوئے نماز مغرب اور نماز فجر کے بعد یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے۔ لا اله الا الله وحده لا شریک له الخ تو اللہ تعالیٰ اسے ہر کلمہ کے سبب جو اس نے ان کلمات سے پڑھا۔ دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کے دس گناہ مٹائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کریں گے۔ اور وہ ان دس ناپسندیدہ امور اور شیطان سے حفاظت میں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے علاوہ اسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور تمام لوگوں میں وہ ممتاز اور افضل شمار ہوگا البتہ اگر کسی شخص نے اس سے بھی کوئی عمدہ عمل ادا کیا۔ (مسند امام احمد ج۴ ص۲۲۷ طبرانی کبیر ج۲۰ ص۶۵)

امام منذری اس روایت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"ورجاله رجال الصحیح... وقد روی هذا الحدیث عن جماعة من الصحابة رضی الله عنهم"

اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور صحیح ہیں اور اس حدیث کو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے (یعنی بہت سے صحابہ نے) بیان کیا ہے۔ (الترغیب والترھیب ج۱ ص۳۰۷)

حدیث:

عن زید بن ارقم قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول دبر صلاته اللهم ربنا و رب کل شیئ انا شهید انک انت الرب وحدک لا شریک لک. الخ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ طویل دعا مانگتے تھے۔ (ابوداؤد ج۱ ص۱۵۰ باب یقول الرجل اذا سلم)

طویل ذکر ودعا:

عن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان اقعد مع قوم یذکرون الله من صلاة الغداة حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعة من ولد اسمعیل. ولان اقعد مع قوم یذکرون الله من صلاة العصر الی ان تغرب الشمس احب الی من ان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز فجر سے طلوع آفتاب تک بیٹھنا، مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ اولاد اسماعیل میں سے چار غلاموں کو آزاد کروں۔ اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز عصر سے غروب آفتاب تک بیٹھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلاموں کو آزاد کر دوں۔ (سنن

اعتق اربعة. (ابوداؤد ج۲ ص۷۹ کتاب العلم)

علامہ علی بن سلطان القاری ارشاد فرماتے ہیں:

قال قاضی دل حدیث انس ای الاتی علی استحباب الذکر و فضله بعد صلاة الصبح وبعد العصر الی الطلوع والغروب.

قاضی نے فرمایا: حضرت انسؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ نماز فجر سے طلوع آفتاب تک اور نماز عصر سے غروب آفتاب تک ذکر و دعا میں مشغول رہنا مستحب اور افضل ہے۔

قال ابن حجر ای کان یفعله فی بعض الاحیان و فی بعضها کان یقوم عقب سلامه. (مرقاة ج۲ ص۳۵۷)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ذکر اور دعا میں مشغول ہونا چاہیے اور کبھی سلام پھرنے کے بعد اٹھ جانا چاہیے

حدیث:

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال ما صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم بنا الا قال حین اقبل علینا بوجهه. اللهم انی اعوذبک من کل عمل یخزینی واعوذبک من کل صاحب یردینی. واعوذبک من کل فقر ینسینی و اعوذبک من کل غنی یطغینی.

جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر ہمارے طرف رخ پھیر لیتے تو یہ دعا پڑھتے تھے اللهم انی الخ۔ (رواہ البزاز و ابو یعلی۔ السعایه ج۲ ص۲۰۷)

عن ابی ذر رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من قال فی دبر صلاة الفجر وهو ثان رجلیه قبل ان یتکلم، لا اله الا الله وحده لا شریک له، له الملک، وله

الحمد، یحیی و یمیت وهو علی کل شیئ قدیر. عشر مرات کتب الله له عشر حسنات، محا عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات، وکان یومه ذلک کله فی حرز من کل مکروه و حرس من الشیطان، ولم ینبغ لذنب ان یدرکه فی ذلک الیوم الا الشرک بالله تعالیٰ. (ترمذی ج۲ ص۱۸۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں: هذا حدیث حسن صحیح غریب (ترمذی ج۲ ص۱۸۵) امام منذری فرماتے ہیں کہ امام نسائی نے بھی یہ حدیث حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے۔

من قالهن حین ینصرف من صلاة العصر اعطی مثل ذلک فی لیلته. (الترغیب ج۱ ص۳۰۳)

قبلہ رخ بیٹھ کر دعا:

علامہ ظفر احمد عثمانی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گذشتہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد طویل ذکر مستحب ہے اور اس حدیث ابوذرؓ سے بھی یہ دلالت ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ من قال فی دبر صلاة الفجر وهو ثان رجلیه الخ۔ یہ ارشاد ہر کسی کے لئے عام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ذکر اور دعا دونوں اس میں شامل ہیں۔

پھر جب قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر کرنا افضل ہے تو قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کرنا اس سے زیادہ افضلیت رکھتی ہے کیونکہ الدعا هو العبادة. دعا تو عبادت ہے۔

قلت والحاصل ان ماجری به العرف فی دیارنا من ان

میں کہتا ہوں کہ ہمارے (برصغیر کے) شہروں میں یہ جو معروف عادت ہے کہ

الامام يدعو فی دبر بعض الصلوٰت مستقبلا للقبلة' ليس ببدعة' بل له اصل فی السنة.

فرض نمازوں کے بعد قبلہ رو ہو کر امام دعا مانگتا ہے۔ یہ دعا بدعت نہیں بلکہ یہ دعا سنت سے ثابت ہے۔ (اعلاء السنن ج۳ ص۱۹۹)

نماز فجر' عصر کے بعد خاص دعا:

عن ابی امامة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من قال دبر صلاة الغداه لا اله الا اللّٰه وحده لا شريک له' له الملک' وله الحمد يحي و يميت يده الخير' وهو علی کل شيئ قدير. مائة مرة. قبل ان يثنی رجليه کان يومئذ من افضل اهل الارض عملاً الامن قال مثل ما قال اوزاد علی ما قال.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد پاؤں مبارک موڑنے سے پہلے یہ دعا مانگتے تھے۔ لا اله الا اللّٰه الخ۔ (طبرانی کبیر ج۸ ص۲۸۰ حدیث ۸۰۷۵)

امام منذری فرماتے ہیں۔

رواه طبرانی فی الاوسط باسناد جيد: و رواه فيه: ورواه فی الکبير ايضًا من حديث ابی الدرداء (الترغيب ج۱ ص۲۰۶)

عن ابی درداء رضی اللّٰه عنه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من قال بعدصلاة الصبح وهو ثان

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص

رجليه قبل ان يتکلم لا اله الا اللّٰه وحده لا شريک له له الملک وله الحمد يحي ويميت بيده الخير وهو علی کل شيئ قدير. عشر مرات. کتب اللّٰه له بکل مرة عشر حسنات ومحا عنه عشر سيئات. ورفع له عشر درجات. و کن له فی يومه ذلک حرزا من کل مکروه. و حرساً من الشيطان الرجيم. و کان له بکل مرة عتق رقبة من ولد اسماعيل. ثمن کل رقبة اثنا عشر الفاً. ولم يلحقه يومئذ ذنب الا الشرک باللّٰه و من قال ذلک بعد صلاة المغرب کان له مثل ذلک.

نماز فجر کے بعد پاؤں موڑنے اور کلام کرنے سے پہلے یہ دعا مانگے۔ لا اله الا اللّٰه وحده لا شريک لہ الخ۔

حدیث:

عن کعب بن حجرة عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال معقبات لا يخيب قائلهن او فاعلهن دبر کل صلوٰة مکتوبة' ثلاثا و ثلثين تسبيحة وثلاثا و ثلثين تحميدة و اربعا ثلثين تکبيرة

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دعائیں اور اذکار آگے پیچھے آنے والی ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد ان کو پڑھنے والا کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۲۱۹)

حدیث:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کا یقول اذا صلی الصُّبح حِیْنَ یُسَلِّمُ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ علمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَ عَمَلاً مُتَقَبَّلاً.

رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ کر سلام پھیرتے' تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم' وسیع رزق اور مقبول عمل کا طلبگار ہوں۔(مسند امام احمد ج۶ ص۳۰۵)

فرائض کے بعد دعا کی فضیلت:

حضرت جعفر صادق سے روایت ہے:

الدعاء بعد المکتوبة افضل من الدعاء بعد النافلة. کفضل المکتوبة علی النافلة.

فرض نماز کے بعد دعا زیادہ افضل ہے نفل نماز کے بعد کی دعاء سے' جس طرح فرض نماز کی فضیلت نوافل پر بڑھ کر ہے۔(فتح الباری ج۱۱ ص۱۳۴)

علامہ ظفر احمد عثانی نے اس روایت کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

(فتح الملہم ج۲ ص۱۷۵)

حدیث:

عن اسمأ بن الحکم قال: سمعت علیاً رضی اللّٰہ تعالی عنه: قال حدثنی ابوبکرؓ و صدق ابوبکرؓ انه قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ما من عبد یذنب ذنبا فیحسن الطهور

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث بیان کی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے سچ فرمایا: کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ جب کوئی بندہ گناہ کرے۔ پھر اچھی طرح وضو کر کے کھڑا ہوا اور دو رکعت

ثم یقوم فیصلی رکعتین ثم یستغفر اللّٰہ. الا غفر اللّٰہ له. ثم قرأ هذه الایة: وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوْبِهِمْ.

نماز پڑھے۔ پھر اللہ تعالٰی سے استغفار کرے' تو اللہ تعالٰی اسے بخش دیتا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الخ۔ (ابوداؤد ج۱ ص۱۵۱ باب الاستغفار۔ مسند امام احمد ج۱ ص۹'۱۰)

بحر العلوم علامہ عبدالحی لکھنوی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

فظاهر الاخبار المذکوره تعقیب المکتوبة بالذکر من غیر فصل'

یؤیده ما رواه ابوداؤد وغیره عن الازرق (سعایه ج۲ ص۲۶۱)

حدیث:

عن الازرق بن قیس قال صلی بنا امام لنا یکنی ابار مثة فقال صلیت هذه الصلوٰة او مثل هذه الصلوٰة مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال وکان ابوبکر و عمر یقومان فی الصف المقدم عن یمینه وکان رجلاً قد شهد الکتبیرة الاولی من الصلوٰة فصلی نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ثم سلم عن یمینه و عن یساره حتی رأینا بیاض خدیه ثم انفتل کانفتال ابی

ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک امام جن کی کنیت ابو رمثہ تھی' ہمیں نماز پڑھائی' پھر انہوں نے کہا کہ میں نے یہی نماز یا اس جیسی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی تھی اس نے کہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما پہلی صف میں حضور ﷺ کے دائیں ہاتھ کھڑے ہوتے تھے اور ایک آدمی نماز کی پہلی تکبیر میں حاضر تھا۔ پس اللہ کے نبی نے نماز پڑھائی پھر اپنے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا۔ حتی کہ ہم نے آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھ لی۔ پھر حضور ﷺ نے منہ مبارک پھیرا۔ جس

رمثة يعني نفسه فقام الرجل الذي ادرک معه الکتبيرة الاولى من الصلوة يشفع فوثب اليه عمر فاخذ بمنکبه فهزه ثم قال اجلس فان لم يهلک اهل الکتاب الا انهم لم يکن بين صلوتهم فصل، فرفع ان النبي صلى الله عليه وسلم بصره وقال اصاب الله بک يا ابن الخطاب. (ابوداؤد ج۱ ص ۱۰۱ کتاب الصلوة)

طرح ابو رمثہ نے پھیرا ہے۔ یعنی وہ خود۔ پس وہ آدمی اٹھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کی پہلی تکبیر پائی تھی۔ تاکہ دو نفل پڑھے۔ پس حضرت عمرؓ تیزی سے اس کی طرف لپکے، اس کا کندھا پکڑ کر اسے ہلایا۔ پھر کہا بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے برباد ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ ہوتا تھا، حضور نبی کریم ﷺ نے نگاہ اٹھائی اور ارشاد فرمایا۔ اے خطاب کے بیٹے اللہ نے تجھ سے درست کام کرایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان وقفہ ضرور ہونا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد دعا مانگتے اور پھر سنتیں ادا فرماتے تھے۔

فرائض کے بعد دعا کا حکم:

حدیث:

عن معاذ بن جبلؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذ بيده و قال يا معاذ والله اني لاحبک و الله اني لاحبک. فقال اوصيک يا معاذ لا تدعن في دبر کل صلوة تقول: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ. (ابوداؤد ج۱

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا مانگتے رہنا اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ اَللّٰهُمَّ

ص ۱۵۱ کتاب الصلوة باب الاستغفار)

اَعِنِّيْ عَلٰى ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ.

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ابن حبان نے اپنی صحیح اور حاکم نیشاپوری نے مستدرک ج ۳ ص ۲۷۳ میں مذکورہ حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳)

مستدرک اور مسند امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت له بابي و امي يا رسول و انا والله احبک. (مستدرک حاکم ج۳ ص۲۷۳ کتاب معرفة الصحابه مسند ج۵ ص ۲۴۵، ۲۴۷)

علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں: **رواه احمد بسند قوی.** (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۷)

علامہ زیلعی فرماتے ہیں: **قال نووی فی الخلاصة. اسناده صحیح** (نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۳۵ طبع لاہور)

دُبُر صَلٰوۃ کا مصداق:

نماز کے بعد ماثورہ دعاؤں اور اذکار والی احادیث میں لفظ "دبر صلوٰۃ" "خلف کل صلوٰۃ" اور "اثر کل صلوٰۃ" وارد ہوا ہے، جس کی مراد میں محدثین اور فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہیں جنہیں قدرے اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔

فقیہ جلیل علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی فرماتے ہیں:

في دبر کل صلوٰة. يشتمل الفرض والنفل، لکن حمله اکثر العلماء على الفرض، فانه ورد في حديث کعب بن عجرة عند مسلم التقييد بالمکتوبة. (مراقی الفلاح ص ۱۷۲)

نماز کے بعد کا لفظ، نماز فرض اور نفل دونوں پر مشتمل ہے۔ لیکن اکثر علماء نے اس سے فرض نماز مراد لی ہے، چنانچہ کعب بن عجرہ کی روایت جسے امام مسلم نے بیان کیا ہے۔ اس میں فرض نماز کی صراحت پائی جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

والمراد به بعد السلام اجماعاً. (فتح الباری ج۱۱ ص۱۳۳)

اس سے مراد سلام کے بعد ہی ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

خَلْفَ کُلِّ صَلاۃٍ. بخاری شریف کی کتاب الدعوات میں "**دبر کل صلاۃ**" آیا ہے اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں "**اثر کل صلاۃ**" مروی ہے۔ ممکن ہے کہ "**دبر**" یہ لفظ "**خلف**" کی تفسیر ہو۔ اور لفظ "**صلوۃ**" فرض اور نفل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن اکثر علماء نے "**صلوۃ**" کا اطلاق فرض نماز پر کیا ہے۔ کیونکہ حضرت کعب بن عجرہ کی روایت جو امام مسلم نے بیان کی ہے۔ اس میں "**بالمکتوبة**" کی قید پائی جاتی ہے۔ گویا کہ مطلق کو مقید پر حمل کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج۱۱ ص ۳۲۸)

اور یہی قول علامہ بدر الدین عینی نے اختیار فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ج۶ ص ۱۳۰۔

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

اور اس صورت میں تمام احادیث جن میں **دبر الصلوات المکتوبات** کا لفظ ہے اور وہ احادیث جن میں **اذا سلم** یا **اذا انصرف** کا لفظ ہے۔ ان سے یہی مراد لینا بہتر ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔ اور ان کی وہ تاویل جو علامہ ابن الہمام نے کی ہے بالکل غیر ضروری ہے اور اسی وجہ سے علامہ طحطاوی علامہ حلبی اور دوسرے محققین حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا اور اذکار ماثورہ کی معتبر روایتوں کو **اللھم انت السلام الخ** والی روایت کے ساتھ غیر معارض اور غیر منافی قرار دے کر ان کے پڑھنے کی اجازت دی۔ (کفایت المفتی ج۳ ص ۳۲۵)

توقف کی مقدار

ام المومنینؓ کی روایت:

عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام.

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر بقدر اس کے کہ کہتے۔ اللھم انت السلام الخ۔ (صحیح مسلم ج۱ ص ۲۱۸)

ابن حجر کی حکیمانہ توجیہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "**لم یقعد الا مقدار مایقول**" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والجواب ان المراد بالنفی المذکور نفی استمراره جالسًا علی هیئته قبل السلام الا مقدار ما ذکر فقد ثبت انه کان اذا صلی اقبل علی اصحابه. (فتح الباری ج۱۱ ص۱۳۳ کتاب الدعوات)

رسول اللہ ﷺ اسی سابق ہیت پر بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے۔ جتنی دیر میں یہ دعا اللھم انت السلام الخ پڑھی جا سکتی تھی۔ اس کے بعد نمازیوں کی طرف کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانب رخ مبارک پھیر کر دعا فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر کی اس توجیہ کی تائید گذشتہ متعدد روایات سے ہوتی ہے اور

حضرت سمرہ بن جندب کی روایت بھی صریح الدلالت ہے۔

عن سمرة بن جندب قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا صلى صلوٰةً اقبل علينا بوجهه.

رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف رخ پھیر لیتے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۱۷ باب یستقبل الامام الناس اذا سلم)

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم احببنا ان نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه. قال سمعت يقول: رب قنى عذابک يوم تبعث عبادک. (صحیح مسلم ج۱ ص ۲۴۷)

علامہ عسقلانی کی تصریح اور مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد "اللهم انت السلام" کے علاوہ کسی اور دعا پڑھنے کی نفی کرنا نہیں ہے' بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ سلام پھیر کر نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر بس اتنی دیر بیٹھتے جتنی دیر "اللهم انت السلام" پڑھا جا سکے۔ اور پھر آپ نمازیوں کی طرف رخ فرما کر دعا مانگتے۔

امام الہند کی توجیہ:

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی یہی توجیہ فرمائی ہے:

اما قول عائشه كان اذا سلم لم يقعد الا مقدار مايقول اللهم انت السلام فيحتمل وجوهًا منها انه كان لا يقعد بهئية الصلوة الا هذا المقدار ولكنه كان يتيامن اويتياسر او يقبل على القوم

رہا حضرت عائشہ کا یہ قول کہ جب آپ سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے کہ اللهم انت السلام الخ پڑھیں۔ تو اس قول کے کئی احتمالات ہیں۔ من جملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نماز کی ہیئت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ دائیں یا بائیں

بوجهه فياتى بالاذكار لئلايظن الظان ان الاذكار من الصلوٰة. (حجۃ اللہ البالغۃ ج۲ ص ۳۱)

جانب مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف رخ فرما لیتے تھے۔ تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں۔

علامہ ابن قیم کی تائید:

اس سے زیادہ حیرت افزا اور تعجب انگیز تصریح علامہ ابن قیم کی ہے۔ جنہیں ایک طرف فرض نماز کے بعد متصلاً دعا کی مشروعیت ہی کا انکار ہے۔ اور دوسری طرف اس کے مسنون ہونے کی توجیہ فرما رہے ہیں۔ موصوف رقمطراز ہیں۔

كان صلى الله عليه وسلم اذا سلم. استغفر ثلاثا. و قال اللهم انت السلام الخ ولم يمكث مستقبل القبله الا مقدار مايقول ذلک. بل يسرع الانفتال الى المامومين وكان يتنفل عن يمينه و عن يساره.

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور اللهم انت السلام الخ والی دعا پڑھنے کے بقدر قبلہ رو بیٹھتے پھر فوراً نمازیوں کی طرف رخ پھیر لیتے۔ کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ (زاد المعاد ج۱ ص ۲۹۵)

علامہ موصوف نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مراد فرض نماز کے سلام کے بعد سابقہ ہیئت پر قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کی مقدار کو بیان کرنا ہے نہ کہ اس کے علاوہ دیگر مسنون دعائیں پڑھنے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد ص ۲۹۷ پر ان دعاؤں کو بھی بیان کیا ہے جو فرض نماز کے بعد پڑھنا مسنون ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حضور اقدس ﷺ کا نماز کے بعد اللهم انت السلام کی مقدار توقف کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس دعا کا پڑھنا لازم ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور

دعا پڑھنا مکروہ، ممنوع یا خلاف سنت ہے۔ کیونکہ اس روایت میں اتنی مقدار کی تصریح ہے۔ لیکن بالخصوص ان ہی الفاظ کی تصریح ہرگز نہیں ہے۔

اور ام المومنین کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس دعا یعنی **اللهم انت السلام** کی حقیقی مقدار کے مساوی اور برابر ہونا شرط ہے۔ بلکہ اس سے تقریبی مساوات مراد ہے، یعنی امام خواہ **اللهم انت السلام** پڑھے یا کوئی اور دعا جو تقریباً اس کے مساوی ہو۔ یا **اللهم انت السلام** کے ساتھ کوئی چھوٹی چھوٹی اور دعائیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بھی پڑھ لے۔ یہ سب بلا کراہیت جائز ہے۔

علامہ حلبی کی توضیح:

چنانچہ علامہ حلبی شرح منیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار کہ **اللهم انت السلام** الخ پڑھیں۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ خاص یہ ہی دعا پڑھتے تھے۔ بلکہ مقصود یہ ہے، کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے جس میں یہ دعا یا اتنا ہی کوئی اور ذکر پڑھا جا سکے۔ اور اس سے بھی تقریبی مقدار مراد ہے اور اس صورت میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہ ہوگی۔ جو بخاری اور مسلم میں مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير، اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت، ولا ينفع ذالجد منك الجد.

اور اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اس روایت کے خلاف نہ ہوگی جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو آواز بلند یہ دعا پڑھتے۔

لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير. ولا حول ولا قوة الا بالله، ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن، لا اله الا اللّٰه، مخلصين له الدين ولو كره الكفرون.

اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا ان حدیثوں کے مخالف نہ ہونا اس لئے ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں مقدار سے مراد تقریبی اور تخمینی مقدار ہے حقیقی نہیں۔ (کبیری شرح منیہ ص ۳۴۲)

امام ابن ہمام کی رائے گرامی:

امام ابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ومقتضى العبارة حينئذ ان السنة ان يفصل بذكر قدر ذلك. وذلك يكون تقريباً فقد يزيد قليلا و قد ينقص قليلا. (فتح القدير ج ١ ص ٣٨٤)	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا مقتضی یہ ہے کہ فرض وسنت میں فاصلہ کیا جائے۔ کسی ذکر و دعا کے ساتھ جو بمقدار **اللهم انت السلام** الخ کے ہو۔ اور یہ مساوات تقریبی ہے۔ پس کبھی اس سے کم ہو جائے اور کبھی زیادہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

صاحب مراقی الفلاح نے علامہ ابن ہمام کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا:

قلت ولعل المراد غير ماثبت ايضا بعد المغرب وهو ثان رجله لا اله الا الله الخ عشرا وبعد الجمعة من قراة الفاتحة والمعوذات	میں کہتا ہوں کہ غالباً علامہ کی مراد یہ ہے کہ **اللهم انت السلام** کی طرح اور جو ذکر ثابت ہے وہ بھی سنتوں سے پہلے پڑھنا مستحب ہے جیسے کہ ایک حدیث میں نماز مغرب کے بعد اسی طرح بیٹھے ہوئے

سبعًا سبعًا. (مراقی الفلاح ص ۱۷۰)

لا اله الا الله الخ دس مرتبہ پڑھنا ثابت ہے اور دوسری حدیث میں نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سورۂ فاتحہ اور معوذات سات سات مرتبہ پڑھنا ثابت ہے۔ انتہی

پس صاحب مراقی الفلاح کی اس تصریح سے ثابت ہوگیا کہ ان کے نزدیک فرض نماز کے سلام کے بعد اللهم انت السلام کے علاوہ اور اذکار ثابتہ ماثورہ پڑھنا بھی جائز ہے اور ان کی وجہ سے جو تاخیر اداء سنت میں ہوگی وہ تاخیر مکروہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی کی تصریح:

اس پر مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا:

و فی روایة عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یقعد الا مقدار مایقول اللهم انت السلام الخ وهی تفید کالذی ذکره المؤلف انه لیس المراد انه کان یقول ذلک بعینه بل کان یقعدز ما نایسع ذٰلک المقدار ونحوه من القول تقریباً. (حاشیه طحطحاوی برمراقی الفلاح ص ۱۷۱)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار جس میں اللهم انت السلام پڑھ سکیں۔ یہ روایت یہی بتلاتی ہے جو مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضور اللهم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ اس میں اللهم انت السلام یا اسی کی تقریبی مقدار کا اور کوئی ذکر پڑھا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور انور ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ضرور اللهم انت السلام

پڑھتے تھے بلکہ اتنی مقدار کا ذکر پڑھتے تھے خواہ یہی پڑھتے ہوں یا اور کوئی ذکر و دعا۔

محدث دہلوی کی تصویب:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باید دانست که تقدیم رواتب منافی نسیت' که درباب بعض ادعیه و اذکار درحدیث واقع شده است. صرح به الشیخ ابن الهمام' و تعجیل قیام نسبت مغرب منافی نسیت. مرخواندن آیة الکرسی وامثال آنرا. چنانچه در حدیث صحیح وارد شده است که بخواند بعد از نماز فجر و مغرب ده بار لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر.

معلوم ہونا چاہئے کہ بعض احادیث میں اذکار اور دعاؤں کا ذکر آیا ہے۔ انہیں سنتوں سے پہلے پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ شیخ ابن ہمام نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اسی طرح نماز مغرب کے بعد آیت الکرسی یا اسی طرح کوئی اور ورد یا دعا پڑھنا سنتوں کے لیے جلدی اٹھنے کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد لا اله الا الله الخ دس مرتبہ پڑھی جائے۔ (اشعة اللمعات ج ۱ ص ۴۱۸)

فصل دو رکعت کے برابر جائز ہے:

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی فقاہت و ثقاہت مسلم اور ان کا قول ''قولِ فیصل'' کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور بقول محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری ''وشیخ مشائخنا رشید احمد الکنکوهی قدس سره افقه عندی من الشامی'' ترجمہ: میرے نزدیک شیخ المشائخ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ علامہ شامی سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۴۱)

چنانچہ محدث گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں:

قد تاهت العلماء بحديث عائشةؓ هذا فاضطروا الى تاويلات فيما ورد انه صلى الله عليه وسلم كان يقول ازيد من هذا وحكموا ان الزيادة على هذا المقدار فى الجلوس بعد الفريضة قبل اداء السنن لا تجوز الا ان بعضهم لما تنبه على صحة الروايات المثبتة للزيادة فى الجلوس قال لا تجوز الزيادة فى الجلوس على مقدار الركعتين، وهذا هو القول النجيح الذى لا يتعدى عن الحق الصريح فان حديث عائشةؓ يمكن ان يقال فيه ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول هذه الكلمات احيانا فاتفقت الروايات و كل ماورد عن النبى صلى الله عليه وسلم انه كان يقولها بعد الصلوة لا يتعدى عن مقدار الركعتين.

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کی وجہ سے علماء سوچ میں پڑ گئے اور اسی وجہ سے ان روایات میں مختلف تاویلات کرنے لگے۔ جن میں اس مقدار سے زیادہ دیر تک بیٹھنا بیان ہوا ہے۔ اور یہ فیصلہ طے پایا کہ فرض نماز کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دیر بیٹھنا جائز نہیں لیکن ان میں سے بعض کو جب ان صحیح احادیث پر تنبیہ ہوا جن میں اللھم انت السلام الخ کے علاوہ اور بھی اذکار و ادعیہ مذکور ہیں، تو انہوں نے یہ طے کیا کہ فرائض کے بعد سنن سے پہلے دو رکعت کی مقدار سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں اور یہ نہایت کامیاب اور صحیح قول ہے کیونکہ اسی وجہ سے روایات میں تطبیق کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔

(الکوکب الدری ج۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱)

تجزیہ:- مفتی ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ان عبارتوں سے یہ امور بصراحت ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے بالتخصیص اللھم انت السلام و منک السلام الخ ہی پڑھنا چاہئے، بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا بھی ہو جائز ہے۔

(۲) مقدار سے مراد بھی تقریبی اور تخمینی مقدار ہے۔ جس میں تھوڑی سی کمی و بیشی کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) علامہ حلبی کی شرح منیہ کی عبارت اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير. ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه. له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكفرون. یا دوسری دعا جو مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں ہے۔ یا آیۃ الکرسی یا لا اله الا الله له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير. دس بار۔ یہ سب اس تقریبی مقدار میں داخل ہیں۔ اور اتنی بڑی دعائیں پڑھنے سے سنتوں کی تعجیل کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ (النفائس المرغوبہ ص ۲۳، ۲۴)

فرض نماز کے بعد استغفار:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلٰثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ کلمہ استغفار پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور اس کے بعد کہتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ

وَالْاِکْرَامِ. (رواہ مسلم ج١ ص٢١٨)

وَالْاِکْرَامِ– اے اللہ! تو ہی سالم ہے (اور محفوظ ومنزہ ہے ہر عیب ونقص سے' حوادث و آفات سے' ہر قسم کے تغیر و زوال سے) اور تیری ہی طرف سے اور تیرے ہی ہاتھ میں ہے سلامتی (جس کے لئے چاہے اور جب چاہے سلامتی کا فیصلہ کرے اور جس کے لئے نہ چاہے نہ کرے) تو برکت والا ہے۔ اے بزرگی وبرتری والے تعظیم واکرام والے

استغفار کی کیفیت:

راوی حدیث حضرت اوزاعیؒ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد استغفار کس طرح کرتے تھے انہوں نے کہا آپؐ تین مرتبہ کہتے تھے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ (صحیح مسلم ج١ص٣١٨)

امام حسن بن عمار الشرنبلالی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نماز کے بعد تین دفعہ استغفار کرنے سے اس آدمی کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگ گیا ہو۔ استغفار کے الفاظ یہ ہیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ.

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص١٧٢)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ودر بعض الروایات آمدہ است کہ مے گفت سہ بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ	اور بعض روایات میں آیا ہے کہ استغفار اس طرح پڑھی جائے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ. اِلَیْہِ. (اشعة اللمعات ج١ ص٤١٩)

دعاء ماثورہ میں اضافہ:

جو دعائیں قرآن مجید اور احادیث کی پڑھی جائیں' ان کے الفاظ میں کمی یا اضافہ جائز نہیں ہے۔ بعینہ وہی الفاظ ادا کئے جائیں' نبی مکرم ﷺ نے کمی بیشی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک دعاء تعلیم فرمائی۔ جس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

اٰمَنْتُ بِکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ.	میں ایمان لایا اس کتاب پر جو تو نے اتاری اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے مبعوث فرمایا۔

بعد میں کسی وقت رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے وہ دعاء سنی تو اس نے "نبیک" کی جگہ "برسولک" پڑھا' تو آپ نے اس سے کہا میں نے نبیک بتایا تھا۔ لہٰذا نبیک پڑھا جائے۔ (مسند امام احمد ج٤ ص ٢٩٣' صحیح مسلم ج٢ ص ٣٤٨ کتاب ذکر' جامع ترمذی ج٢ ص ١٧٧ کتاب الدعوات باب ماجاء فی الدعا اذا اوی الی فراشه)

بنابریں جو دعاء نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ میں بھی اضافہ جائز نہیں۔

حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. (صحیح مسلم ج١ ص٢١٨)

علامہ علی بن سلطان القاری ارشاد فرماتے ہیں:

فرض نماز کے بعد مسنون دعاؤں میں اپنی طرف سے ان الفاظ کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔

جب کہ علامہ جزری فرماتے ہیں: وَمِنْکَ السَّلَامُ کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کی گئی ہے۔ یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ بے اصل ہے اور واضعین کی ایجاد ہے۔

قال الشیخ الجزری فی تصحیح المصابیح واما مایزاد بعد قوله و منک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دارک دارالسلام' فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص. (مرقاۃ المصابیح ج۲ ص ۳۵۸ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام جزری کا یہ قول شرنبلالی نے بھی ذکر کیا ہے۔(مراقی الفلاح ص ۱۷۰)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں اس حدیث میں استغفار کے بعد جو چھوٹی سی دعا حضرت ثعبانؓ نے رسول اللہؐ سے نقل کی ہے صحیح روایات میں صرف اتنی ہی وارد ہوئی ہے۔ یعنی **اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام.** عوام میں اس دعا کے اندر ومنک السلام کے بعد جو اضافہ مشہور ہے۔ **والیک یرجع السلام حینا ربنا باالسلام وادخلنا الجنة دارالسلام.** محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ بعد کا اضافہ ہے رسول اللہؐ سے یہ ثابت نہیں ہے۔(معارف الحدیث ج۳ص۳۱۲)

مفتیٔ ہند مفتی کفایت اللہ دھلویؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ دعا کے ان الفاظ میں اضافہ ممکن ہے یا نہیں۔سوال اور جواب حسب ذیل مرقوم ہیں۔

سوال:- نماز کے بعد جو دعاء مسنون **اللھم انت السلام** میں جو جملہ **حینا ربنا باالسلام** عوام پڑھا کرتے ہیں آنجناب کو معلوم ہے کہ حدیثوں میں اس دعا میں یہ جملہ نہیں ہے حینا بمعنی احیینا ہمیں زندہ رکھ۔ لیتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت جناب کی تحقیق میں کتب سنت سے ملتا ہے ثانیا یا **فی نفسه** اس قسم کا جملہ حینا کے ساتھ باالسلام کا ہونا عربیت میں صحیح اور ثابت ہے؟

الجواب:- **حینا ربنا باالسلام** روایتاً تو ثابت نہیں مگر معنیٰ اور عربیت کے لحاظ سے

غلط نہیں ہے۔

قال الفراء حیک الله وابقاک الله.

وَ حَیَّکَ اللّٰه اَیْ مَلَّکَکَ اللّٰهُ وحَیَّاکَ اللّٰه اَیْ سَلَّمه عَلَیْکَ (اللسان العرب)

و فی موضع آخر یقال احیاہ اللّٰه وحَیّاهُ بمعنی واحد.

اس تصریح سے ثابت ہوا کہ **حینا ربنا بالسلام** کے معنی **احینا و ابقنا** کے صحیح ہیں' **و فی المرتبة تحیني بالسلام اخر عمر** الخ (کفایت المفتی ج۳ص۲۸۵)

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

نماز کے بعد یہ الفاظ ثابت ہیں:

اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام. (کذافی المشکوۃ ص ۸۸)

اگر لفظ وتعالیت بھی ملا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسے مسنون اور ماثور اعتقاد نہ کرے۔(کفایت المفتی ج۳ص۲۸۶)

فرائض کے بعد آیۃ الکرسی:

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ آیة الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبة. لم یمنعه من دخول الجنة الا الموت. (معجم کبیر طبرانی ج۴ ص۸۴۔الترغیب ج۲ ص۴۵۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اسے جنت میں داخل ہونے میں موت کے سوا کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قرأ آیة

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے' تو وہ

الکرسی فی دبر الصلوٰۃ المکتوبۃ کان فی ذمۃ اللّٰہ الی الصلاۃ الاخری.

آدمی دوسری نماز پڑھنے تک اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ (الترغیب والترھیب ج۲ ص ۴۵۳)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور آیت شھد اللہ اور قل اللھم ملک الملک سے بغیر حساب. تک پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں جگہ دیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے۔ جن میں کم حاجت اس کی مغفرت ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ج۲ ص۳۵)

معوذات کا ورد:

عن عقبۃ ابن عامر قال امرنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلوٰۃ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا مجھے حکم دیا۔ (ابوداؤد ج۱ ص ۱۵۲ باب الاستغفار)

ان تمام احادیث مبارکہ میں فرض نمازوں کے بعد مختلف اذکار اور دعاؤں کا ذکر ہے۔ بعض صحیح الاسناد احادیث میں صراحۃً "دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ" کے الفاظ ہیں۔ جن سے "دعاء بعد المکتوبۃ" کا ثبوت محتاج بیان نہیں۔ اور بعض احادیث میں "دبر کل صلاۃ" کے الفاظ بھی دعاء بعض الفرائض ہی مراد ہے اور بعض احادیث میں "بعد ماسلم" اور "قبل ان یثنی رجلیہ" کی صراحت بھی اس بات کا واضح اور غیر مبہم ثبوت ہے۔ کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کا سنت ہونا قولاً وفعلاً ثابت ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام جوان احادیث کے چشم دید راوی اور گواہ ہیں۔ جب وہ بھی تصریح فرمارہے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے یہ دعائیں مانگتے ہوئے سنی ہیں۔ تو پھر ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں آخر کون سی چیز رکاوٹ ہے۔

مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی بے شمار دیگر صحیح احادیث بھی ہیں۔ جن کا ذکر طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ ان واضح اور ٹھوس شواہد کے باوجود فرض نماز کے بعد دعا کو بدعت یا حرام قرار دینا۔ بقول حضرت تھانوی یقیناً "سخت جہالت" ہے۔

عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا:

دعا میں ہاتھ اٹھانا اور اختتامِ دعا پر ہاتھ منہ پر پھیرنا رسول اللہ ﷺ سے بتواتر ثابت ہے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے اور یہ عمل مسنون، مستحب اور مرغوب ہے۔

حدیث:

عن انسؓ قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ رحیم کریم، یستحی من عبد ان یرفع الیہ یدیہ ثم لایضع فیھما خیرا. (مستدرک ج۱ ص ۲۹۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بے حد رحیم وکریم ہے، اس بندے سے حیا کرتا ہے جو اس کی طرف ہاتھ اٹھائے، پھر اس کے ہاتھوں میں کوئی خیر عطا نہ کرے۔

حدیث:

عن سلمانؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ حی کریم یستحی

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے، جب

من عبد ان يبسط اليه يديه ثم يردهما خائبتين. (مستدرك ج١ ص٤٩٧)

بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔

حدیث:

عن سلمانؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما رفع قوم اكفهم الى الله تعالى يسئالونه شياءً الا كان حقاً على الله ان يضع فى ايديهم الذى سئالوا. (طبرانی کبیر ج٦ ص٢٥٤)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی جماعت اپنی ہتھیلیوں کو (ہاتھوں کو) اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ہاتھوں میں ان کی مطلوبہ چیز عنایت کرے گا۔

حدیث:

قال ابو موسى دعا النبى صلى الله عليه وسلم ثم رفع يديه ورايت بياض ابطيه. (صحيح بخارى ج٢ ص٩٣٨ باب رفع الايدى فى الدعا)

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگنے کے لئے دونوں ہاتھ اس قدر بلند فرمائے کہ میں نے آپ ﷺ کے مبارک بغلوں کی سفید چمک کو دیکھا۔

حدیث: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفع يديه فى الدعا لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه. (ترمذى ج٢ ص١٧٦ باب رفع الايدى عند الدعا)

رسول اللہ ﷺ جب دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نہ رکھتے جب تک اپنے چہرہ انور پر نہ پھیر لیتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور فارغ ہو کر منہ پر پھیرنا سنت ہے۔

حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا دعا فرفع يديه وسمح وجهه بيديه. (ابوداؤد ج١ ص١٤٩ باب الدعا ابواب شهر رمضان)

رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے، تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور پھر دعاء کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لیتے۔

حدیث: حضرت مالک بن یسار عوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها (ابوداؤد ج١ ص١٤٨ باب الدعا ابواب شهر رمضان)

جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، تو ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلیوں سے کرو۔ اور الٹے ہاتھوں سے دعا نہ کرو۔

علامہ جزری بیان کرتے ہیں:

ان من آداب الدعاء رفع اليدين (حصن حصين ص١١)

بے شک ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں شامل ہے۔

حدیث: علامہ جلال الدین سیوطی، حضرت براء بن عازب سے روایت بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اصابته شدة فدعا ورفع يديه حتى يرى بياض ابطيه. (فض الدعاء ص٨١)

حضور اقدس ﷺ کو جب بھی کسی مشکل صورت حال کا سامنا ہوتا۔ تو آپ دعا میں مشغول ہو جاتے اور دعا کے لیے ہاتھوں کو اس قدر بلند کرتے کہ آپ

بحوالہ تحفة المطلوبہ ص۳٦) کے بغل مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی۔

حافظ جلال الدین سیوطی اصول حدیث پر بحث کرتے ہوئے' لکھتے ہیں کہ احادیث رفع یدین فی الدعاء معناً متواتر ہیں' پھر تواتر معنوی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومنہ ما تواتر معناہ کاحادیث رفع الیدین فی الدعاء' فقد روی عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نحو مأة حدیث فیہ رفع یدیہ فی الدعاء. (تدریب الراوی ج۲ ص۱۸۰ مطبوعہ کراچی)

حدیث:

عن انس قال کان برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الدعاء حتی یری بیاض ابطیہ. (مسند امام احمد ج۳ ص۲۱٦-۲۲۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

حدیث:

عن جابر بن عبداللّٰہ ان النبی اتی مسجداً یعنی الاحزاب. فوضع رواءہ وقام' ورفع یدیہ مدًا یدعو علیہم ولم یصل' قال' ثم جاء ودعا علیہم' وصلی. (مسند امام احمد ج۳ ص۳۹۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک روز مسجد احزاب میں تشریف لے گئے وہاں اپنی چادر مبارک بچھائی اس پر دیر تک کھڑے رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے رہے۔ لیکن اس وقت آپ نے نماز ادا نہیں فرمائی پھر دوبارہ آپ وہاں تشریف لے گئے تو اسی طرح آپ نے دعا فرمائی اور نماز پڑھی۔

حدیث:

فاستقبل نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم القبلة' ثم مدیدیہ فجعل یھتف بربہ' اللھم انجزلی ماوعدتنی' اللھم آت ماوعدتنی اللھم ان تھلک ھٰذہ العصابة من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض.

رسول اللہ ﷺ قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں۔ خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے خدایا! جو وعدہ تھا' عطا فرما۔ خدایا! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی' تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہو گی۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۹۳ باب الامداد بالملٰئکة فی غزوة بدر' کتاب الجہاد)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

و فیہ استحباب استقبال القبلة فی الدعاء ورفع الیدین فیہ و انہ لاباس برفع الصوت فی الدعاء.

اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اور بلند آواز سے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (حاشیہ صحیح مسلم ج۲ ص۹۳)

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثم ذَکَرَ الرجل یطیل السفر اشعث' اغبر یمدیدیہ إلی السماء یَا رَبِّ یَا رَبِّ' وَمَطْعَمَة حرام و مَشْرَبَة حَرَامٌ و مَلْبَسُة حَرامٌ و غُذِیَ بالحَرامِ فانّی یُسْتَجَابُ لِذَلِکَ. (صحیح

آپؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا' جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر حج وغیرہ کے لئے) ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد و غبار پڑا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اور حالت

مسلم ج١ ص ٣٢٦ کتاب الزکوۃ

یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ اس کا پہننا حرام ہے۔ اس کا لباس بھی حرام ہے۔ اور حرام غذا سے اس کی نشو ونما ہوئی ہے۔ تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور دوسروں کا دعا پر آمین کہنے کا دستور قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی عفت مآب رفیقہ حیات سیدہ ہاجرہ اور اپنے نورِ نظر لختِ جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ کے مقام پر چھوڑ کر واپس ہوتے ہیں۔ اور جب آپ مقام ثنیہ کے قریب پہنچے اور یقین ہوگیا کہ میں ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا ہوں۔ وہ مجھے نہیں دیکھ رہے۔

استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهؤلاء الدعواتِ ورفع يديه وقال. رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ المحرم الخ.
(صحیح بخاری ج١ ص ٤٧٥)

آپ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں دعا کی۔ اے میرے رب! میں نے اپنے خاندان کو اس بنجر زمین میں تیرے عزت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے۔ الخ

موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کی بے اعتدالیوں سے دل برداشتہ ہو کر اللہ کے حضور دعا کی۔

قال ابو العاليه و ابو صالح و عكرمه و محمد بن كعب القرظی والربيع بن انس. دعا موسیٰ وامن هارون (عليهما السلام)
(تفسیر ابن کثیر ج٢ ص٤٢٩، تفسیر قرطبی ج٨ ص ٣٧٥)

علامہ ابن حجر کی تصریحات:

علامہ ابن حجر عسقلانی نے دعا میں استحباب رفع یدین کے ثبوت میں متعدد احادیث بیان فرمائی ہیں۔ بغرض سہولت وہ تمام روایات مکمل حوالہ جات کے ساتھ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے۔

فدعا بماء فتوضأ ثم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيد بن ابی عامر. الحديث.
(صحیح بخاری ج٢ ص ٦١٩ باب غزوه اوطاس)

رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا، وضو فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر حضرت عبید بن ابی عامر کے لئے دعاء مغفرت فرمائی کہ اے اللہ عبید کو بخش دے۔

حدیث:

عن ابی هريرة قال قدم الطفيل بن عمرو الدوسی علی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إن دوسًا قد عصت وأبت فادع الله عليها فاستقبل رسول الله صلی الله عليه وسلم القبلة ورفع يديه فظن الناس أنه يدعو عليهم، فقال، اللّٰهم اهد دَوْسًا وأت بِهِم.
(مسند امام احمد ج٢ ص٢٤٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس نے نافرمانی کی اور انکار کیا ہے۔ آپؐ ان کے لئے دعا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں گے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اللهم اهد دوساً وأت بهم. اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔

سبق آموز واقعہ:

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو طفیل بن عمرو دوسی بھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور ان کے ساتھ ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ اتفاق سے وہ شخص مدینہ منورہ میں بیمار ہوگیا۔ جب مرض نے شدت اختیار کی، اس سے صبر نہ ہوسکا، تو اس نے تیز دھار چیز سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے اتنا خون جاری ہوا کہ وہ مرگیا۔

انتقال کے بعد ایک دن حضرت طفیل بن عمروؓ نے اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ اس کی حالت تو اچھی ہے مگر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپا رکھا ہے، حضرت طفیلؓ نے اس سے پوچھا کہ: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وجہ سے بخش دیا کہ میں نے اس کے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر حضرت طفیلؓ نے پوچھا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ پروردگار کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ جس عضو کو تم نے خود خراب کر دیا ہے۔ ہم اس کو ہرگز درست نہیں کریں گے۔ (یعنی اس جرم کو نہیں بخشیں گے)

حضرت طفیلؓ نے اپنا یہ خواب رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اللّٰهم وَلِیَدَیْهِ فَاغْفِرْ وَرَفَعَ یَدَیْهِ.
(صحیح مسلم ج۱ ص۷٤ مسند امام احمد ح۳ ص۳۷۱، ادب المفرد ص۱٦۱)

تو آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس کو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو بخش دے۔

امام بخاری کی ادب المفرد میں یہ الفاظ ہیں "ورفع یدیه"

حدیث:

عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی

عنها فانها رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو، رافعا یدیه، یقول انما انا بشر فلاتعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیته، او شتمته، فلاتعاقبنی فیه.

ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کر رہے ہیں۔ اے اللہ! میں ایک بشر ہوں۔ مجھ سے مواخذہ نہ کرنا، اگر میں نے کسی مسلمان کو ستایا ہو۔ یا برا کہا ہو۔ تو مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔

(مسند امام ام ج٦ ص٢٥٨)

حدیث: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار ہاتھ اٹھا کر اہل بقیع کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔

ثم رفع یدیه ثلاث مرات. الحدیث

(صحیح مسلم ج۱ ص۳۱۳ کتاب الجنائز)

حدیث: حضرت ابوحمید الساعدی ابن اللتبیہ کے واقعہ میں بیان کرتے ہیں۔

ثم رفع یدیه حتی راینا عفرتی ابطیه الاهل بلغت ثلاثا.

پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اللهم هل بلغت

(صحیح بخاری ج۲ ص١٠٦٤، صحیح مسلم ج۲ ص۱۲۳)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ذکر قول ابراهیم و عیسی علیهما السلام فرفع یدیه وقال اللهم امتی امتی. (الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قول ذکر فرمایا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی امت کے لئے دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۱۱۳ باب دعا النبی لامته)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قول سے مراد یہ آیت ہے۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ

الایه. اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ الایه.

حدیث: سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اذا انزل عليه الوحي سمع عند وجهه كدوى النحل. فسرى عنه فاستقبل القبلة ورفع يديه وقال اللهم زدنا ولا تنقصنا الخ.

ایک روز جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو چکی تو (وحی کے بوجھ سے) افاقہ پا کر آپؐ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ (سنن ترمذی ج۲ ص۱۵۰ تفسیر سورہ مؤمن)

حدیث: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت سعد کے گھر تشریف لائے۔

ثم رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه هو يقول اللهم اجعل صلواتك ورحمتك على آل سعد بن عبادة. الحديث

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔ اے اللہ! خاندان سعد بن عبادہ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ (ابوداؤد ج۲ ص۲۱۵ کتاب الادب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیأن)

حدیث: ایک حدیث میں:

رايت النبي صلى الله عليه وسلم رافعاً يديه يدعو لعثمان. (جز رفع الیدین للبخاری)

راوی حدیث کا بیان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ حضرت عثمان کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے ہیں۔

حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کی روایت جو کسوف شمس کے واقعہ میں وارد ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

فانتهيت الى النبي صلى الله

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔

عليه وسلم وهو رافع يديه يدعو. (صحیح مسلم ج۱ ص ۲۹۹ کتاب الکسوف)

آپ ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے تھے۔

حدیث: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال كنت رديف النبي صلى الله عليه وسلم بعرفات فرفع يديه يدعو. (نسائی ج۲ ص باب رفع الیدین فی الدعا بعرفة)

میں (اسامہ) عرفات میں آپؐ کے پیچھے سوار تھا۔ آپؐ ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے تھے۔

ان روایات کو بیان کرنے کے بعد علامہ ابن حجر ارشاد فرماتے ہیں۔

والاحاديث فى ذلك كثيرة. (فتح الباری ج۱۱ ص۱۴۱، ۱۴۲)

اس سلسلہ میں بہت زیادہ احادیث پائی جاتی ہیں۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعاء بھی صحیح وصریح احادیث سے ثابت ہے۔ جن کی ایمان افروز جھلک ملاحظہ ہو۔

علامہ ابن کثیر کی تشریح:

❶ علامہ عماد الدین ابن کثیر سورہ نساء کی آیت ۹۸ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه بعد ماسلم وهو مستقبل القبلة. فقال اللهم خلص الوليد بن الوليد و عياش بن ربيعه وسلمة بن هشام. وضعفة المسلمين الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا من ايدى الكفار.

حضور اقدس ﷺ نے نماز سے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو ہو کر ہی ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی۔ اے اللہ! ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور دیگر ضعفاء مسلمین جو کفار کی قید سے چھوٹنے کی کوئی راہ یا حیلہ نہیں پاتے، انہیں کفار کے شکنجہ سے نجات ورہائی عطا فرما۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲)

امام ابن جریر کی رائے گرامی:

❷ علامہ عماد الدین ابن کثیر مفسر ابن جریر طبری کے حوالہ سے مذکورہ روایت کے الفاظ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يدعو فى دبر صلاة الظهر. اللهم خلص الوليد بن الوليد. الحديث.

رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرماتے تھے۔

ان دونوں روایات کی سند بہت قوی ہے کوئی راوی غیر ثقہ نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲)

علامہ عثمانی کی توثیق:

حدیث:

حدثنا محمد بن يحي الاسلمى قال رايت عبدالله بن الزبير رأى رجلا رافعا يديه يدعو قبل ان يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلوته. (معجم كبير طبراني ج ١٣ ص ١٢٩)

محمد بن یحیٰ اسلمی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

اخرجه ابن ابى شيبه ورجاله ثقات. (اعلاء السنن ج ٣ ص ١٩٦)

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

يفهم منه انه صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا فرغ من صلاته. فثبت دعاؤه صلى الله عليه وسلم بعد السلام من الصلاة رافعا يديه.

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے، پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ (فرض) نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۶)

علامہ ہیثمی اس روایت کو معجم طبرانی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

علامہ بنوریؒ کی تخریج:

حدیث:

عن ابن عباس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر ثم اقبل على القوم فقال: اللهم بارك لنا في مدينتنا. وبارك لنا في مدنا و صاعنا. (ذكر سمهودى في الوفا ج۱ ص۳۸۔ معارف السنن ج۳ ص۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی پھر نمازیوں کی طرف رخ پھیرا اور یہ دعا پڑھی۔ اللھم بارک الخ۔ اے اللہ! ہمارے شہر مدینہ منورہ اور مدنی پیمانے "مد" اذا صاع میں برکت عطا فرما۔

علامہ سید محمد یوسف بنوری فرائض کے بعد اجتماعی دعاء کے استحباب پر متعدد روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"اس بات میں مذکورہ روایات کافی ہوں گی اور ان لوگوں کا معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہیں۔"

اور اسی لئے ہمارے فقہاء کرام نے بھی اس دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں امام شرنبلالی نے فرمایا ہے۔

اور امام نووی شرح مہذب ج ۳ ص ۴۸۸ میں فرماتے ہیں۔

الدعاء للامام والمأموم والمنفرد مستحب عقب كل الصلوات بلا خلاف، ويقول. ويستحب ان يقبل

امام، مقتدی اور منفرد کے لئے مستحب ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کریں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ امام کے لئے

على الناس فيدعوا. (معارف السنن ج۳ ص۱۲۳)

جائز ہے کہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے۔

نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید:

رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بعد اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنے پر وعید اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

حدیث:

عن الفضل بن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوٰة مثنى مثنى تشهد في كل ركعتين. وتخشع وتضرع و تمسكن و تقنع يديك، يقول ترفعهما الى ربك مستقبلا ببطونهما وجهك وتقول يا رب يا رب من لم يفعل ذالك فهي كذا و كذا. (ترمذی ج۱ ص۸۷ باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰة)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز دو دو رکعت ہے۔ ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے اور ڈرنا، عاجزی کرنا اور مسکینی ظاہر کرنا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھانے۔ حضرت فضل بن عباس فرماتے ہیں کہ تو اپنے پروردگار کے حضور میں اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کر کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں تیرے چہرے کی طرف ہوں۔ اور تیری زبان پر یا رب یا رب کا ورد ہو۔ جس آدمی نے ایسا نہ کیا تو وہ ایسا ہے ایسا ہے۔

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وهذا يثبت الدعاء بعد الصلوٰة برفع يديه كما هو المعمول. وانكار الجهلة عليه مردود. (الكوكب الدرى ج۱ ص۱۷۱)

اس حدیث میں لفظ مستقبلاً سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے، یہی معمول ہے اور اس پر جہلاء کا انکار مردود ہے۔

ترک دعا قابل تعزیر جرم ہے:

فرض نمازوں کے بعد عادتاً دعاء کا تارک قابل تعزیر و قابل ملامت ہے۔
قطب الارشاد محدث گنگوہی کا ارشاد گرامی ہے۔

فیعزر تارک الدعوات بعد الصلوات ولا یعذر علی ترکھا. (الکوکب الدری ج۲ ص۲۹۱)	فرض نماز کے بعد دعاء کا تارک (عادتاً چھوڑ دینے والا) قابل تعزیر ہے اور اس ترکِ دعاء میں (کسی تاویل کی وجہ سے) معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

نواب قطب الدین دہلوی اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"جب بندہ خدا کے دربار میں حاضری دے اور نماز پڑھ کر اپنی عبودیت وفرمانبرداری کا اظہار کردے۔ تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نماز کے بعد خدا کی درگاہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا دے اور اپنی محتاجگی و لاچارگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی دینی و دنیوی بھلائی میں خدا کی مدد و نصرت کا طلب گار رہو۔" (مظاہر حق جدید ج۱ ص۵۵۲)

جمہور محدثین نے اس حدیث کو سلام پھیرنے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ محدث ابن خزیمہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

"اس حدیث نے واضح کر دیا کہ سلام سے قبل تشہد میں ہاتھ اٹھانا نماز کی سنت نہیں۔ بلکہ سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا اور ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔" (صحیح ابن خزیمہ ج۲ ص۲۲۱ بحوالہ التحفۃ المطلوبہ ص۵۴)

اس حدیث میں "**تقنع یدیک**" وارد ہوا ہے۔ اقناع سے دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ (مجمع البحار ج۴ ص۳۳۱ بحوالہ التحفۃ المطلوبہ ص۵۴)

شیخ ابن العربی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"**اقناع الیدین ای رفعھما فی الدعاء وھو بعد الصلاۃ فیھا**"

(اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۱)

علامہ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری نے الترغیب والترھیب ج۱ ص۳۴۸ میں اور علامہ طحاوی نے شرح مشکل الآثار ج۲ ص۲۴ اور بھی بہت سے ائمہ حدیث نے ہر نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کو اس حدیث سے مستحب قرار دیا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں:

والحدیث یدل علی مطلوبیۃ الخشوع فی الصلاۃ و علی مشروعیہ الدعاء برفع الیدین عقیب الصلاۃ کما ھو معتاد الصلحاء و المصلین. (التشرف فی التصوف ص۲۲ بحوالہ اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۲)	یہ حدیث نماز میں خشوع وخضوع کے مطلوب ہونے پر اور فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی مشروعیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ صلحاء امت اور عام نمازیوں کے ہاں فرائض کے بعد دعا برفع الیدین کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔

شیخ علی زادہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کر کے "**فھو خداج**" کی شرح میں لکھتے ہیں:

فما فعلہ من الصلاۃ ناقصۃ عند الحق سبحانہ و تعالٰی. (شرح شرعۃ الاسلام ص۱۲۸ بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص۵۶)	جو شخص نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت طلب نہیں کرتا، پس اس نے جو کچھ نماز پڑھی وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناقص ہے۔

حدیث:

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو بندہ نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے، پھر یوں دعا کرے۔ اللھم

الهي واله ابراهيم واسحق ويعقوب واله جبرئيل و ميكائيل و اسرافيل اسئلك ان تستجيب دعوتي' فاني مضطر و تعصمني في ديني' فاني مبتلي' وتنالني برحمتک' فاني مذنب' وتنفي عن الفقر فاني متمسكن الا كان حقًا على الله عزوجل ان لا يرد يديه خائبين.

الهي واله ابراهيم الخ تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ناکام اور خالی نہ لوٹائے۔ (اخرجه ابن السني في عمل اليوم والليل بحواله اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۰)

علامہ ظفر احمد عثمانی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت دلالة على رفع اليدين في الدعاء بعد الصلوٰة المفروضة ظاهرة. (علاء السنن ج۳ ص۲۰۱)

میں کہتا ہوں کہ فرض نماز کے بعد دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے پر یہ حدیث بالکل واضح اور صریح دلیل ہے۔

حدیث:

عن عائشةؓ قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه يدعو حتى اني لاسأم له مما يرفعهما يدعو' اللهم فانما انا بشر' فلا تعذبني بشتم رجل شتمته او اذيته. (مسند امام احمد ج٦ ص٣٢٥)

ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اتنی دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے کہ میں اکتا جاتی۔ آپ اللہ سے عرض کرتے کہ اے اللہ! بے شک میں بشر ہوں۔ مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔ اگر کسی مسلمان کو میں نے ستایا ہو۔ یا برا کہا ہو تو مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔

بحر العلوم علامہ لکھنوی:

بحر العلوم علامہ لکھنوی سے پوچھا گیا کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حدیث میں وارد ہوا ہے یا نہیں؟ تو موصوف نے جواب میں مذکورہ بالا حضرت انسؓ کی روایت نقل کر کے فرمایا: کہ خاص نماز میں یہ حدیث وارد ہوتی ہے۔ اگر چہ اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ مگر حدیث ضعیف استحباب کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر کتاب الجنائز میں ہے "الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع. استحباب' ضعیف حدیث غیر موضوع سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی ج۱ ص۳۰۰)

خلاصہ کلام:

ان تمام متذکرہ بالا روایات سے واضح ہوا کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اسی طرح مسنون ہے۔ جس طرح فرائض کے علاوہ دیگر عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا متواتر اور متوارث سنت ہے۔ لہٰذا ان دونوں قسم کی دعاؤں کے درمیان محض ظن و قیاس سے تفریق کرنا کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ نیز دعا بعد الفرائض میں رفع یدین پر کسی بھی حدیث میں ممانعت نہیں پائی جاتی' اس کے باوجود اسے مکروہ یا بدعت کہنا بقول حضرت تھانوی کے ''نری جہلالت'' ہے۔ الغرض جس اہتمام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے فرائض کے بعد دعائیں پڑھنا بکثرت ثابت ہے۔ اس طرح ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا اس اہتمام سے ثابت نہیں۔

علامہ انور شاہ کاشمیری کی یہ توجیہ بڑی بلیغ معلوم ہوتی ہے۔ ''کہ آپ چونکہ فرائض کے بعد ان دعاؤں کو اکثر بطور ذکر بھی پڑھتے تھے' اس لئے رفع یدین اس اہتمام سے ثابت نہیں۔ کیونکہ اذکار میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔'' (معارف السنن ج۳ ص۱۲۴)

ضعیف حدیث قابل حجت ہے:

حدیث ابن عباس اپنے مدلول اور منطوق میں اگر چہ صریح اور دلیل قاطع ہے۔ لیکن اس کی سند پر کلام کیا گیا ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

''گو یہ حدیث ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد و توابع سے یہ حدیث درجہ حسن

کو پہنچ جاتی ہے۔'' (سفیہ رفع الیدین ص ۱۳۴' اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۲)

یوں بھی جمہور علماء امت کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالاجماع جائز ہے۔ بشرطیکہ ضعیف شدید یا موضوع نہ ہو۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن الہمام کا قول پہلے گذر چکا ہے۔

جملہ محدثین اور ائمہ مجتہدین سے سلفاً و خلفاً تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ حدیث ضعیف کی روایت کرنا اور فضائل میں اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

خطیب بغدادی نے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا. واذا روینا فی الفضائل و نحوها تساهلنا. (الكفايه ص١٣٤)	جب ہم حلال و حرام کے مسائل میں حدیث بیان کریں تو جانچنے میں سختی سے کام لیں گے اور جب فضائل اعمال وغیرہ میں روایت بیان کریں گے تو تساہل اور نرمی سے کام لیں گے۔

امام احمد بن حنبل مزید فرماتے ہیں:

ضعیف الحدیث احب الینا من الرئ والقیاس. (اعلام الموقعین ج١ ص٧٦)	ضعیف حدیث پر عمل کرنا بنسبت رائے اور قیاس کے زیادہ پسندیدہ ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں:

''امام اعظم کے تمام تلامذہ اور ائمہ فقہ اس پر متفق ہیں کہ امام اعظم کے مذہب میں ان کے نزدیک رائے و قیاس کی بجائے حدیث ضعیف ہی مقدم اور اولیٰ بالقبول ہے اور اس پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔

(اعلام الموقعین ج۱ ص ۷۶)

فضائل و رغائب میں ضعیف حدیث کو قبول کرنے والے جلیل القدر محدثین اور ائمہ میں سے امام اعظم' امام احمد بن حنبل' ابن سید الناس' علامہ نووی' حافظ عراقی'

ابن حجر عسقلانی' علامہ سخاوی' شیخ زکریا انصاری' علامہ جلال الدین سیوطی' ملا علی قاری' ابن حجر مکی اور جلال الدین دوانی وغیرھم بے شمار محدثین ہیں۔

(حاشیہ تدریب الراوی ج۱ ص۱۹۹ طبع کراچی)

امام نووی ارشاد فرماتے ہیں:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحديث الضعيف فی فضائل الاعمال.	جمہور علماء محدثین و فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔

(اربعین نووی ص ۳۲)

"ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعاً"

(كتاب الاذكار نووی بحواله تحفة المطلوبه ص ٦١)

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

ملا علی القاریؒ موضوعات کبیر ص ۵ اور شرح النقایہ ج۱ ص ۹ میں لکھتے ہیں کہ فضائل اعمال کے لیے ضعیف حدیث قابل عمل ہے۔ امام حاکمؒ مستدرک ج۱ ص ۴۹۰ میں لکھتے ہیں کہ عقائد حلال و حرام کے مسائل میں تو ضعیف حدیث کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں' ہاں ثواب و عقاب اور فضائل میں محدثینؒ مانتے ہیں اور یہی قول امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ کا ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں مانی جا سکتی ہے۔ ابن مہدیؒ (استاذ بخاریؒ) فتح المغیث ص ۱۲۰ میں علامہ سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۹۶ میں بھی اس کی تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پیش ہو سکتی ہیں اور حافظ ابن تیمیہؒ فتاویٰ ج۱ ص ۳۹ طبع بولاق میں اس کی تصریح کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ابن دقیق العیدؒ نے اپنی کتاب الامام ج۱ ص ۱۷۱ میں اس کی تصریح کی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۸۸۹ میں لکھتے

ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کے حجت ہونے پر اتفاق علماء ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۲۶۵ میں لکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث جو موضوع نہ ہو اس سے استحباب اور جواز ثابت ہوسکتا ہے۔ (خزائن السنن ج ا ص ۱۰۷)

تعامل کی سحر انگیزی:

''تعامل'' ایسی سریع التاثیر دلیل اور حجت قاطعہ ہے کہ اس کی سحر انگیزی کے سامنے ائمہ مذاہب بھی سر تسلیم خم کر لیتے ہیں، چنانچہ مفتی شمس الدین رقمطراز ہیں:

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

الصحیح استحباب الرفع فی سائر الادعیة. (ارشاد الساری ج٦ ص٢٥١ بحوالہ تحفة المطلوبہ ص٤٠)

صحیح بات یہی ہے کہ تمام دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔

علامہ ابی مالکی حضرت امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:

لا نه ثبت رفع الایدی فی کل ادعیة.

(الاکمال لابی ج٣ ص٤٥ بحوالہ تحفة المطلوبہ ص٤٠)

امام شافعی اور علامہ قسطلانی کی یہ تصریحات واضح ثبوت ہیں کہ ہر قسم کی عمومی اور فرائض کے بعد خصوصی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ فرض کے بعد کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کی کوئی صحیح مرفوع روایت نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ دور نبوی ﷺ میں فرائض کے بعد دعاؤں میں ''ہاتھ اٹھانے'' کا تعامل و توارث اس قدر عام تھا کہ اس کے روایت یا حکایت بیان کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہ کی گئی اور دعاء بعد الفرائض میں ثبوت رفع یدین پر قلیل روایات کی وجہ یہی تعامل و توارث عمل ہے کیونکہ جو عمل جس قدر زیادہ رائج اور عملاً مشہور ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں اسی قدر روایات کم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ''تعامل و توارث

عمل'' خود بہت بڑی دلیل ہے۔ اس کی موجودگی میں روایات کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (کذا فی ایضاح الادلہ گنگوہی ص۳۰)

پہلی دلیل:

چنانچہ امام مالک کے مسلک کی بنیاد ہی تعامل اہل مدینہ پر ہے۔ بہت سے مسائل میں مضبوط وقوی روایات کے مقابل میں تعامل مدینہ کو ترجیح دیتے ہیں، مثلاً نماز میں رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق شیخین کی تخریج کردہ روایات ابن عمرؓ جو قائلین رفع کے نزدیک سب سے قوی ترین روایت ہے اور خود امام مالک اسی روایت ابن عمر کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود امام مالک مجبور ہوئے کہ تعامل مدینہ کے پیش نظر ترکِ رفع کو اختیار کریں۔
(ایضاح الادلہ گنگوہی ص۳۰)

دوسری دلیل:

امام مالک کی طرح ارباب درایت واہل فتویٰ کے ہاں بھی مختلف روایات کے مابین ترجیح کا بنیادی اصول یہی ''تعامل و توارث سلف'' رہا ہے۔ مثلاً تشہد کے باب میں روایات میں سخت اخلاف ہے۔ (۱) تشہد عمرؓ۔ (۲) تشہد ابن عباسؓ۔ (۳) تشہد ابن مسعودؓ۔ (اوجز المسالک فی شرح موطا امام مالک ج۲ ص۱۳۰)

❶ تشہد عمرؓ جس کے الفاظ موطا امام مالک میں مذکور ہیں لیکن کتب صحاح ستہ میں سے کسی مصنف نے اس کی تخریج نہیں کی۔ موطا امام مالک میں بھی مرفوعاً روایت نہیں بلکہ موقوفاً علی عمرؓ ہے۔

❷ تشہد ابن عباسؓ کو امام بخاری کے سوا دیگر پانچوں ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ میں اختلاف ہے۔

❸ تشہد ابن مسعودؓ کو امام بخاری سمیت دیگر تمام محدثین نے روایت کیا ہے اور ان کتب صحاح ستہ کے ہاں تشہد ابن مسعود کے الفاظ میں کوئی اختلاف نہیں اور بالاتفاق سب سے قوی تر مرفوع روایت یہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود امام مالک

نے اہل مدینہ کی بناء پر قوی مرفوع روایت ابن مسعودؓ کے مقابل موقوف روایت ابن عمرؓ کو ترجیح دی۔

حضرت امام شافعی نے اہل مکہ کے تعامل کی بناء پر تشہد ابن عباس کو ترجیح دی۔
جب کہ حنفیہ نے دیگر وجوہ ترجیح کے علاوہ اہل کوفہ کے تعامل کے پیش نظر تشہد ابن مسعودؓ کو ترجیح دی۔ معلوم ہوا کہ ''تعامل سلف بھی ائمہ کے ہاں ایک اصل عظیم ہے۔''

تیسری دلیل:

حدیث قلتین کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مثالہ حدیث القلتین فانہ حدیث صحیح روی بطریق کثیرہ...... ولم یمش علیہ المالکیہ ولا الحنفیہ فلم یعملوا بہ. (ابن ماجہ اور علم حدیث علامہ عبدالرشید نعمانی ص۲۰۲)

اس کی مثال قلتین کی حدیث ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بہت سے طریقوں (سندوں) سے مروی ہے (آگے ان طرق کے منتہی راوی کا ذکر ہے) لیکن صحت اور تعدد طرق کے باوجود اس پر نہ مالکیہ ہی چلے اور نہ حنفیہ۔ چنانچہ ان سب حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا (اس کی وجہ بھی عدم تعامل سلف ہی ہے)

چوتھی دلیل:

حدیث قلتین کی طرح حدیث آمین بالجہر بھی ہے، جس کو ائمہ ستہ روایت کرتے ہیں۔ لیکن امام طبری کا قول ہے۔

ان اکثر الصحابہ والتابعین کانوا یخفون لھا. (اعلاء السنن ج۲ ص۲۲۳)

کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کی زیادہ تعداد آمین آہستہ کہتی تھی۔

چنانچہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے تعامل کی بناء پر مالکیہ و حنفیہ نے سراً آمین ہی کو ترجیح دی۔ لیکن اہل مکہ کے ہاں جہراً آمین کہنے کا رواج تھا وہ بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

کے عہد خلافت سے جن کا دارالسلطنت مکہ تھا۔ اس لئے امام شافعی نے جن کی جائے پیدائش ہی مکہ مکرمہ ہے۔ آمین بالجہر کو اختیار کیا۔ (ایضاح الادلہ ص۴۳)

پانچویں دلیل:

اسی طرح ''خیار مجلس'' کی حدیث کہ نہ اس پر فقہاء سبعہ مدینہ نے عمل کیا اور نہ فقہاء کوفہ نے اور حدیث ''مصراۃ'' کہ نہ اس پر امام اعظم کا عمل ہے اور نہ امام مالک کا۔

غرض اس طرح کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جس سے یہ اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ ''تعامل سلف'' بھی خود ایک بڑی دلیل ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

اتفاق سلف و توارث ایشان اصل عظیم است درفقہ.

سلف صالحین کا اتفاق اور توارث و تعامل بھی در باب فقہ ایک اصل عظیم ہے۔

تعامل سلف کے حجت قاطعہ ہونے پر مزید معلومات کے لئے ہمارے استاذ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی کے استاذ مولانا حیدر حسن خان کا تالیف کردہ قیمتی رسالہ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ جو "ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ" میں بتمامہ درج ہے۔

غرض کسی مسئلہ میں تعامل و توارث عمل جب خود ایک بہت بڑی دلیل ہے تو اس میں روایات کے تتبع کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ جب یہ ائمہ فقہ ٹھوس روایات کثیرہ کے مقابل ''تعامل اہل بلد یا تعامل سلف'' کو حجت قاطعہ بنا سکتے ہیں تو دعاء بعد الفرائض میں استحباب رفع یدین پر صحیح روایات کے ہوتے ہوئے جمہور امت کے تعامل و توارث کو بطریق اولیٰ حجت قاطعہ بنایا جا سکتا ہے۔

(تحفۃ المطلوبہ ص۴۰ تا ۴۶)

مفتی رشید احمد بھی تعامل کو حجت تسلیم کرتے ہیں:

حضرت مفتی رشید احمد جنہیں فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کا نہ

صرف انکار ہے۔ بلکہ اسے ''بدعت قبیحہ شنیعہ'' (احسن الفتاوی ج ۳) لکھتے ہیں' وہ بھی ''تعامل امت'' کے حجت ہونے کا برملا اقرار کرتے ہیں' وہ بھی ایک ایسے مسئلہ میں جہاں حدیث نبویؐ یا آثار صحابہ سے صراحت تو کجا اشارۃً یا کنایۃً بھی جواز ثابت نہیں ہوتا۔ محض تعامل امت کے بل بوتے پر خطبہ عید کے بعد بھی دعا کے استحباب کا فتوی صادر فرماتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مفتی صاحب اکابرین امت کے تعامل کو حجت مانتے ہوئے فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کو تسلیم کر لیتے۔

''دعا بعد الصلوات کا استحباب احادیث صریحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ اس کلیہ میں نماز عید بھی داخل ہے۔ خواہ نماز کے بعد متصل دعا ہو یا خطبہ کے بعد' خطبہ توابع نماز سے ہے۔ اس لئے بعد الخطبہ ہی بعد الصلوٰۃ میں داخل ہے۔ جیسا کہ عام نمازوں میں تسبیحات و اوراد کے بعد ہونے والی دعا کو کلیہ بعد الصلوٰۃ میں داخل قرار دیا جاتا ہے۔ بلکہ سنن و نوافل کے بعد کی دعا کو بھی دبر الصلوات المکتوبۃ میں شمار کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہر مجلس خیر اور دینی اجتماع کے اختتام پر دعا کا تعامل پوری امت میں ہے۔ لہٰذا خطبہ کے بعد دعا ہو یا خطبہ سے پہلے یا دونوں جگہ تینوں صورتیں درست ہیں' البتہ خطبہ سے پہلے دعا مانگی جائے تو مختصر ہونی چاہئے۔ تاکہ نماز اور خطبہ کے درمیان فصل نہ ہو۔ مذکورہ تینوں صورتیں صرف مستحب ہیں۔ ضروری نہیں' لہٰذا اگر کوئی امام دعا بالکل چھوڑ دے' نہ خطبہ سے پہلے مانگے نہ بعد۔ تو اس پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ج ۴ ص ۱۱۵'۱۱۶)

لمحہ فکریہ:

فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح' صریح اور مرفوع احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود اسے بدعت قرار دینا صریح بے انصافی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ جو امور احادیث سے صراحتاً ثابت ہیں ان پر عمل کی ترغیب و تحریص دی جاتی جیسے امام کو امامت والے مقام پر سنن و نوافل پڑھنے کی صریح ممانعت وارد ہوئی ہے اس

پر التزام و اہتمام کرایا جاتا۔ اس بین غلطی کی اصلاح کی فکر کی جاتی' اس پر عمل نہ کرنے والے حضرات کی سرزنش ہوتی۔ جب کہ سنت کی اس واضح خلاف ورزی پر کبھی صدائے احتجاج بلند نہ ہوئی۔ کہیں یہ طرز عمل اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (الایہ) کے زمرے میں تو نہیں آتا ہے۔

حدیث:

عن مغیرة بن شعبة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یصلی الامام فی المواضع الذی صلی فیه حتی یتحول'

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام نے جہاں فرض نماز پڑھائی' وہاں سنتیں نہ پڑھے بلکہ جگہ تبدیل کرے۔ (ابوداؤد ج۱ ص۶۴ کتاب الصلوة باب الامام یتطوع فی مکانه)

حدیث:

عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قضی احدکم الصلوٰة فی مسجده فلیجعل لبیته نصیباً.

آپ نے فرمایا فرض نماز مسجد میں پڑھنے کے بعد اپنے گھر میں بھی نماز پڑھنے کا حصہ رکھا جائے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۳۶۵)

حدیث:

عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال صلوا فی بیوتکم ولا تتخذوها قبوراً.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھا کرو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۱۵۸' صحیح مسلم ج۱ ص۲۶۵)

حدیث:

عن زید بن ثابت عن النبی صلی الله علیه وسلم قال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے سوا نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

افضل صلاتکم فی بیوتکم الا المکتوبة. (ترمذی ج١ ص١٠٢ کتاب الصلاة باب فی فضل صلاة التطوع فی البیت)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ان من السنة اذا سلم الامام ان لایقوم فی موضعه الذی صلی فیه. فیصلی تطوعاً حتی ینحرف.	سنت طریقہ یہ ہے کہ امام سلام پھیرنے کے بعد جہاں فرض نماز پڑھائی تھی وہاں سنتیں نہ پڑھے بلکہ آگے پیچھے ہٹ جائے۔(دار قطنی ج١ ص٢)

❋ ❋ ❋

فرائض کے بعد اجتماعی دعا اور صحابہ کرام کا تابناک عمل

گذشتہ اوراق میں بیان کردہ وہ تمام احادیث جن میں فرض نماز کے بعد مختلف ماثورہ دعائیں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔عقلاً اس بات پر صراحۃً وبداہۃً دلالت کرتی ہیں۔کہ یہ دعائیں اجتماعی مانگی جاتی تھیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فرائض کے بعد حضور انور ﷺ دعا مانگیں اور صحابہ کرام اس پر آمین نہ کہیں۔صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے اس اجتماعی عمل کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت کے چشم دید گواہ تھے۔

صحابہ کرام کی اجتماعی دعا کا کرشمہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرض نماز کے بعد اجتماعی دعاؤں کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے تھے۔علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

علاء الحضرمی من سادات الصحابة العلماء العباد مجابی الدعوة	حضرت علاءؓ علماء عابدین اور سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔

پھر علامہ موصوف بحرین کے مرتدین کے خلاف جنگ کے ایام میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پریشانی کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں:

ونودی بصلوٰة الصبح حین طلع الفجر فصلی بالناس فلما قضی الصلوٰة جثا علی	اور طلوع فجر کے وقت اذان دی گئی تو انہوں نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔ جب نماز پوری کر لی۔تو گھٹنوں کے بل

رکبتیه و جثا الناس و نصب فی الدعاء ورفع یدیه. وفعل الناس مثلهم. حتی طلعت الشمس. وجعل الناس ینظرون الی سراب الشمس یلمع مرة بعد اخری' وهو یجتهد فی الدعاء. (البدایه والنهایه ج٦ ص٣٢٨)

بیٹھ گئے اور لوگ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ اور ہاتھ اٹھا کر (خشوع وخضوع سے) دعا میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں نے بھی ساتھ ہی ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگنی شروع کی۔ حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔ لوگ سورج کی کرنوں کو چمکتا دیکھتے اور حضرت علاءؓ دعا میں پورے انہماک سے مشغول رہے۔

ان کی یہ دعا فوراً قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ جہاں سے اس پریشان حال لشکر نے پانی پیا اور جان میں جان آئی۔ پھر ان کے اونٹ جو رات کو زادِ راہ سمیت بھاگ گئے تھے۔ ایک ایک کر کے واپس آنے شروع ہو گئے۔

لمحۂ فکریہ:

صحابہ کرام کی پوری جماعت اور تابعین کا سارا لشکر اپنے امام کی پیروی میں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا میں مصروف ومشغول ہیں' کسی بھی فرد نے اس اجتماعی دعا کے عمل پر نہ اعتراض کیا' نہ اسے خلاف سنت قرار دیا اور نہ ہی کسی نے اسے بدعت کہنے کی جسارت کی' اگر صحابہ کرام کے ہاں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا معمول نہ ہوتا۔ تو صحابہ وتابعین اس جدت اور بدعت کو کسی صورت گوارا نہ کرتے اور خاموش رہ کر اس عمل کی تائید وتوثیق نہ کرتے' بلکہ بانگ دہل واشگاف الفاظ میں اسے بدعت قرار دے کر اس کی دھجیاں فضا میں بکھیر دیتے' صحابہ کرام اور تابعین کے اس مسنون ومرغوب اجتماعی عمل کے باوجود اگر کوئی فرد یا جماعت اسے بدعت قبیحہ شنیعہ کہے تو یہ کس قدر سنگین جسارت اور سفاکی ہے' اس کی بیباک جنبش قلم نے صحابہ' تابعین' تبع تابعین اداسلف صالحین سب کو بدعت کا مرتکب

قرار دینے کی ناپاک اور مذموم حرکت کی ہے۔

ببیں تفاوت راہ کجا است تابکجا

امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کا حکم:

❶ عام الرمادۃ میں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازیوں سے دعا مانگنے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رایت عمر اذا صلی المغرب نادی! ایها الناس استغفروا ربکم ثم توبوا الیه وسلوه من فضله و استثقوا سقیارحمة لاسقیا عذاب فلم یزل کذلک حتی فرج الله ذالک. (ابن سعد ج٣ ص٢٤٣)

میں نے امیر المومنین سیدنا عمرؓ کو دیکھا جب وہ نماز مغرب پڑھ لیتے' تو آواز بلند فرماتے! اے لوگو! اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر توبہ کرو اور اس سے اس کا فضل طلب کرو۔ اور بارانِ رحمت طلب کرو۔ بارانِ زحمت طلب نہ کرنا۔ آپ برابر ایسا کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کر دی۔

❷ جب فتح مصر میں تاخیر ہو رہی تھی۔ تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر عساکر حضرت عمرو بن العاصؓ کو عتاب فرمایا اور انہیں ہدایت کی کہ میں چار آدمی بھیج رہا ہوں۔ جمعہ کے دن زوال کے وقت ان لوگوں کے سامنے کھڑا کر کے دشمن پر فتح کی دعا کرائیے۔ کیونکہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے لوگوں کو جمع کر کے امیر المومنین کا عتاب نامہ سنایا۔ پھر انہیں وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ان چاروں کو آگے کر کے فتح ونصرت کی دعا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مصر فتح کر دیا۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

فقدمهم امام الناس وامر الناس ان یتطهروا ویصلوا رکعتین ثم

یرغبون الی اللّٰہ ویسئلونہ النصر ففتح اللّٰہ علیھم

(کنز العمال اجتماعی دعا بعد از نماز ص ۴۱)

اسوۂ مرتضویؓ:

سیدنا علی مرتضیٰؓ ہر نماز کے بعد بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔

اللھم تم نورک فھدیت فلک الحمد و عظم حلمک فعفوت فلک الحمد بسطت یدک فلک الحمد ربنا و جھک اکرم الوجوہ وجاھک خیر الجاہ و عطیتک انفع العطایا. واھنؤھا تطاع ربنا فتشکر وتعصی ربنا فتغفر لمن شئت تجیب المضطر اذا دعاک و تغفر الذنبا و تقبل التوبۃ و تکشف الضر ولا یجزی بالائک احد ولا یحصی نعماء ک (قول قامل) (امالی ابو القاسم)

اے اللہ! تیرا نور پورا ہو، تو نے اپنے بندوں کو ہدایت عطا فرمائی، سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں، تیرا حلم بڑا عظیم ہے، تو نے معاف کیا، سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو نے اپنا ہاتھ کھلا کیا، تو نے سب کو جھولیاں بھر بھر کے دیا، سب تعریفوں کے لائق تو ہی ہے، اے ہمارے رب! تیرا چہرہ سب کے معزز ہے اور تیرا رتبہ سب سے بلند و بالا ہے، تیرا عطیہ سب عطیات سے بے حد نفع مند ہے اور خوشگوار ہے، تیری اطاعت کی جائے تو قبول فرماتا ہے اور بدلہ دیتا ہے اور نافرمانی کی جائے تو جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، جب مضطر اور لاچار انسان تجھے پکارتا ہے تو تو دعا قبول کرتا ہے، توبہ قبول کرتا اور گناہ بخش دیتا ہے تیری نعمتوں کا بدلہ کوئی کیسے ادا کر سکتا ہے اور انہیں کون شمار کر سکتا ہے۔

حدیث: حضرت غزوان بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب فرض نماز کا سلام پھیر لیتے تو:

فیحرک شفتیہ، فلا ندری مایقول: ثم یقول: لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ، ولا نعبد الا ایاہ: ثم یقبل علی القوم بوجھہ ولایبالی عن یمینہ انصرف اوعن شمالہ.

آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے، اور ہم آپ کی بات پوری طرح نہ سمجھتے تھے۔ پھر آپ یہ دعا پڑھتے۔ لا الہ الا اللہ الخ۔ اس کے بعد آپ قوم کی طرف منہ موڑ لیتے۔ آپ اس بات کا زیادہ خیال نہیں فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے مڑا جاتے یا بائیں طرف سے۔ (کنز العمال ج۸ ص۱۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۰۳)

سیدنا جعفرؓ کا ارشاد گرامی:

سیدنا امام جعفر بن محمد صادق ارشاد فرماتے ہیں:

اَلدُّعَا بَعْدَ الصَّلٰوت الْمَکْتُوْبَاتِ اَفْضَل مِن الدُّعَاءِ بَعْدَ النَّافِلَۃِ کَفَضِل الْمَکْتُوْبَۃِ عَلَی النَّافِلَۃِ.

نفل نمازوں کے نسبت فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا ایسے ہی افضل ہے جیسے فرض نماز نفلی نماز سے افضل ہے۔

حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی یا کسی مصیبت کا سامنا ہوتا تو فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور دعا میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت حبیب بن مسلمہ الفہری جو بڑے مستجاب الدعوات صحابی تھے۔ ان سے لوگوں نے دعا کی درخواست کی۔ تو انہوں نے فرمایا: میں دعا مانگوں گا، تم لوگ آمین کہنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

لایجتمع ملأ فیدعوا بعضھم ویؤمن سائرھم الا

جب کوئی جماعت جمع ہو۔ ان میں سے کوئی ایک دعا کرے اور باقی لوگ

اجابهم الله. (معجم طبرانی کبیر ج٤ ص٢٢)

آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔

امام حاکم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

لا یجتمع ملأ فیدعوا بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله.

(مستدرك حاكم ج٣ ص٣٤٧)

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد ج١٠ ص١٧٠ میں "باب التامین علی الدعاء" قائم کیا اور اس کے تحت یہ حدیث حبیب بن مسلمہ الفہری بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی وقال الهنباط بالرومیة صاحب الجیش، ورجاله رجال الصحیح غیر ابن لهیعة، وهو حسن الحدیث.

(مجمع الزوائد ج١٠ ص١٧٠)

علامہ محمد یوسف بنوری یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهو دلیل للدعاء بهیئة اجتماعیة ومظنة قبولها اکثر من دعا الوحدان. (معارف السنن ج٣ ص١٢٢)

اجتماعی دعا بعد الفرائض برفع الیدین کے استحباب پر یہ حدیث واضح دلیل ہے۔ نیز تنہا شخص کی دعا کی نسبت اجتماعی دعا میں قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

هلکت الماشیة، هلک العیال، هلک الناس، فرفع رسول الله صلی الله علیه وسلم یدیه یدعو ورفع الناس ایدیهم مع رسول الله صلی

یا رسول اللہ ﷺ مویشی ہلاک ہو گئے، اہل وعیال اور تمام لوگ مر رہے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی، آپ کے ساتھ اور لوگوں نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ (سب نے مل کر

الله علیه وسلم یدعون.

اجتماعی دعا کی) (صحیح بخاری ج١ ص١٤٠)

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی یوں توضیح فرماتے ہیں:

وقد استدل به المصنف فی الدعوات علی رفع الیدین فی کل دعاء.

امام بخاری نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ ہر دعا میں ہاتھ اٹھائے جائیں۔ (فتح الباری ج٢ ص٥٠٧)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا فرمائی، نیز اس حدیث سے دلالت ہوتی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا یہ اجتماعی طریقہ صرف استسقاء کے ساتھ خاص نہیں تھا۔ بلکہ حضور ﷺ اور صحابہ کا عام معمول تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی اس کی تائید وتوثیق کرتی ہے۔

ما رفع قوم اکفهم الی الله عزوجل یسألونه شیأ الا کان علی الله حقاً ان یضع فی ایدیهم الذی سألوا. (معجم طبرانی کبیر ج٦ ص٣١٢ حدیث ٦١٤٢)

جو کوئی جماعت بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھائے، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ مانگنے والی جماعت کی دعا اور مراد پوری فرمائے۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

رجاله رجال الصحیح. (مجمع الزوائد ج١٠ ص١٦٩)

ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کے استحباب پر یہ دونوں حدیثیں واضح دلیل ہیں۔

جس طرح ان احادیث سے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح امام کی دعا پر مقتدیوں کا اجتماعاً "آمین آمین" کہنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ یوں بھی اس کا سنت ہونا دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں:

ان من آداب الدعاء تامین المستمع. (حصن حصین ص ١٢)

دعا کا ادب یہ ہے کہ سننے والا اس پر آمین کہے۔

نوافل کے بعد دعا:

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں با جماعت ادا فرما کر سنن اور نوافل اپنے دولت کدہ میں ادا فرماتے تھے چنانچہ امام ترمذی اس پر عنوان مقرر فرماتے ہیں۔ "باب ماجاء فی فضل التطوع فی البیت"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

افضل الصلاة صلاة المرء فی بیته الا المکتوبة. (صحیح بخاری ج١ ص١٠١ کتاب الاذان باب صلاة اللیل۔ مسلم ج١ ص٢٦٥ صلاة النافله فی بیته۔ ترمذی ج١ ص ١٠٢ باب فضل التطوع البیت)

عن انس رضی اللّٰه تعالی عنه قال دخل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علینا. وما هو الا انا وامی و ام حرامٍ خالتی. فقال قوموا فلا صلی بکم فی غیر وقت صلوٰة فصلّی بنا. فقال رجل لثابت این جعل انس ما من قال جعله علی یمینه. ثم دعالنا اهل البیت لکل خیر من خیر الدنیا والاخرة. فقالت امی یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں اور میری والدہ اور میری خالہ ام حرام گھر میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیار ہو جاؤ میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں۔ اور اس وقت کسی فرض نماز کا وقت نہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ایک شخص نے حضرت ثابتؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ کو کہاں کھڑا کیا تھا؟ انہوں نے کہا اپنے داہنی طرف۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سب گھر والوں کے لئے دعاءِ خیر کی۔ آپ ﷺ نے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں اور بہتریوں کی دعا

خویدمک ادع اللّٰه له. قال فدعالی بکل خیر وکان فی اخرما دعالی به ان قال. اللهم اکثر ماله وولده و بارک له فیه. (صحیح مسلم کتاب المساجد باب جواز الجماعة فی النافلة ج١ ص٢٣٤)

ہمارے حق میں فرمائی۔ سو میری والدہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کا چھوٹا خادم ہے (یعنی انسؓ) اس کے لئے بھی آپ ﷺ دعا فرمائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اللہ سے ہر چیز مانگی اور دعا کے آخر میں اس طرح عرض کی یا اللہ! اسے مال فراوانی کے ساتھ عطا فرما اور اولاد زیادہ عطا فرما اور اس میں برکت عنایت فرما۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے:

فصلی غیر المکتوبة فدعا لام سلیم واهل بیتها.

رسول اللہ ﷺ نے نفل نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی۔

نماز عیدین میں اجتماعی دعا:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عیدین کی نماز کے بعد بھی اجتماعی دعا کا معمول تھا۔ اور اجتماعی دعا کی برکات سے نہ صرف صحابہ کرام بہرہ یاب ہوتے بلکہ رسول رحمت ﷺ صحابیات کو بھی تاکید فرماتے کہ مسلمانوں کی اجتماعی دعا میں شمولیت کر کے اس کے فیوض و برکات حاصل کریں' بلکہ آپ ایسی عورتوں کو بھی اس اجتماعی دعا میں شامل ہونے کا ارشاد فرماتے جو نسوانی عارضہ کے باعث نماز پڑھنے سے معذور ہوتیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اگر نماز کے بعد اجتماعی دعا مشروع نہ ہوتی تو حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام کبھی بھی اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔

فرض نماز ہو یا عیدین کی نماز ہو خواہ نماز استسقاء ہو۔ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا مقدس عمل ثابت ہے اور اس پر سلف صالحین کا توارث اور تواتر پایا جاتا ہے۔

حدیث: حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا کہ نماز عید کے لئے نکلیں اور یہ بھی فرمایا حائضہ عورتیں نماز میں شامل نہ ہو۔ دعا میں ضرور شامل ہوں۔

فیکن خلف الناس فیکبرون بتکبیرھم ویدعون بدعائھم' یرجون برکة ذلک الیوم وطھرته. (صحیح بخاری ج۱ ص۱۳۲)

اور وہ لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کے ساتھ دعا مانگیں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی کی امید رکھیں۔

حدیث:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یخرج الابکار والعواتق و ذوات الخدور و الحیض فی العیدین' فاما الحیض فیعزلن المصلّٰی' ویشھدن دعوة المسلمین.

رسول اللہ ﷺ کنواری لڑکیوں' نوجوان لڑکیوں' پردہ نشین عورتوں اور حیض والی عورتوں کو نماز عید کے لئے بھیجتے تھے۔ پھر حیض والی عورتیں نماز سے کنارہ رہتی تھیں۔ اور مسلمانوں کی دعا میں برابر شامل ہوتی تھیں۔ (ترمذی ج۱ ص باب العیدین)

علماء ومشائخ دیوبند کا طرز عمل:

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ''ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند وغیرھم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا

مانگنا ثابت ہے۔ اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ لہٰذا صحیح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم ج۵ ص۱۹۰)

ایک اور سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

''دعا بعد الصلوٰت مسنون و مستحب است و در احادیث وارد شدہ است۔ کما نقلھا فی الحصن الحصین وغیرہ۔ پس در صلوٰت' صلوٰة عیدین ہم داخل و شامل است' بدعت گفتن آنرا صحیح نیست۔ واکابر امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث وفقیہ گنگوھی وجمیع اکابر واساتذہ مابعد نماز عیدین مثل صلوات مکتوبات دعاے خرمودند' پس ہر کہ آنرا بدعت گفتہ صحیح نیست۔'' (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج۵ ص۲۰۲)

ترجمہ: ''تمام نمازوں کے بعد دعا مسنون و مستحب ہے اور یہ حکم احادیث میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ حصن حصین وغیرہ میں وہ احادیث نقل کی گئی ہیں' لہٰذا تمام نمازوں کے لفظ میں عیدین کی نماز بھی داخل اور شامل ہے۔ نمازوں کے بعد دعا کو بدعت کہنا صحیح نہیں اور اکابرین امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث وفقیہ گنگوھی اور تمام اکابر اور اساتذہ عیدین کی نماز کے بعد بھی دوسری فرض نمازوں کی طرح دعا فرماتے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی اسے بدعت کہے صحیح نہیں۔''

حکیم الامت فرماتے ہیں:

حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانویؒ ارقام فرماتے ہیں:

''وعمل من واکابر من ہمیں است یعنی بعد نماز عیدین دعا معمول است''
میرا اور میرے اکابر کا معمول نماز عید کے بعد دعا کرنے کا ہے۔

(امداد الفتاوی ج۱ ص۸۰۶)

مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ:

سوال:- بعد نماز عید و خطبہ دعا مانگنا چاہئے یا نہیں۔ حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کیا معمول تھا؟

جواب:- عیدین کے اجتماع میں ایک بار اجتماعی دعا مانگنا تو ثابت ہے مگر یہ ثابت نہیں کہ یہ اجتماعی دعا نماز کے بعد خطبہ سے پہلے ہوتی تھی یا خطبہ کے بعد۔ اس لئے ایک دعا مانگنا جائز ہے خواہ نماز کے بعد مانگی جائے یا خطبہ کے بعد۔ ان میں سے جس موقع پر مانگی جائے خاص اسی موقع کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھنا چاہئے۔
(کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۳)

عیدین کی نماز خطبہ کے بعد خصوصی طور پر دعا مانگنے کا کوئی صریح ثبوت نہیں ہے۔ لیکن بخاری اور دیگر صحاح کی اس حدیث میں جو عورتوں کو عیدین میں جانے اور لے جانے کے متعلق ہے یہ الفاظ وارد ہیں۔ فلیشهدن الخیر و دعوة المؤمنین و لیعتزلن المصلّٰی یعنی حائضہ عورتیں بھی جائیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ ہاں نماز سے علیحدہ رہیں۔ اس سے اتنا نکلتا ہے کہ ایک اجتماعی دعا غالباً ہوتی تھی لیکن نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد اس کا پتہ کسی روایت سے نہیں ملا۔ پس ایک اجتماعی دعا نماز یا خطبہ کے بعد کر لینا تو ٹھیک ہے، لیکن جہاں پر کی جائے اس جگہ کی خصوصیت کو مسنون نہ قرار دیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۵)

صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرام سے یہ بات منقول نہیں ہوئی کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دعا مانگتے تھے اس لئے ان دونوں موقعوں میں سے کسی کو دعا کے لئے اس خیال سے متعین کرنا کہ اس موقع پر دعا مسنون ہے درست نہیں۔ لیکن بخاری شریف اور دیگر صحاح کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ کوئی عام اور اجتماعی دعا ہوتی تھی جس میں تمام عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں حالانکہ حائضہ عورتیں نماز سے علیحدہ رہتی تھیں۔ اس لئے دعا کو بالکل ترک کر دینا اس حدیث صحیح کے خلاف ہو گا۔ پس راجح یہ ہے کہ امام اور جماعت ایک اجتماعی دعا مانگیں۔ خواہ نماز کے بعد یا

خطبہ کے بعد اور جس موقع پر بھی مانگیں اس کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھیں اور نماز کے بعد دعا مانگنے والے خطبہ کے بعد دعا مانگنے والوں کو ملامت نہ کریں اور اسی طرح خطبہ کے بعد دعا مانگنے والے نماز کے بعد دعا مانگنے والوں پر طعن نہ کریں۔
فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۲)

مفتی ظفر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ:

کسی خاص قضیہ کا حکم ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ احادیث میں اس کا نام بھی بالتعیین وارد ہوا ہو بلکہ عمومات حدیث سے بھی احکام بکثرت ثابت کئے جاتے ہیں۔ اگر عمومات سے حکم ثابت نہ ہو سکے تو پھر دنیا کی بہت سی چیزوں کا جواز و استحباب ثابت نہ ہو سکے گا۔ مثلاً مدارس کا قائم کرنا تعلیم دین کے لئے مستحب ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے۔ ریل میں سفر کرنا جائز ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے' علیٰ ہذا' پس بعد عیدین کے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنا گو صراحۃً احادیث میں نظر سے نہیں گزرا مگر بعض احادیث سے ہر نماز کے بعد دعاء کا مستحب ہونا ثابت ہے۔ نیز احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعاء کیا کرتے تھے۔

عن علی قال حدثنی ابوبکرؓ صدق ابوبکرؓ انه قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول مامن عبد یذنب ذنبا فیحسن الطهور ثم یقوم فیصلی رکعتین ثم یستغفر اللّٰه الا غفر اللّٰه له ثم قرأ هذه الایة والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم الخ رواه ابوداؤد و سکت عنه (ص ۲۲۰ ج ۱) ولذا قال صاحب الحصن الحصین من اداب الدعاء استقبال القبلة والصلوة والبحثو علی الرکب و بسط الیدین ورفعهما (ص ۲۲ و ۲۳) وحدیث رفع الیدین فی الدعاء متواتر کذا فی تدریب الراوی. (ص ۱۹۱)

میں عیدین کی نماز کے بعد مناجات و دعاء کرنا عمومات حدیث سے مستحب

ہے بلکہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا مستحب ہے' واللہ اعلم ۲۱ رمضان ۱۳۴۱ھ

بعد تحریر جواب ہٰذا خاص مناجات بعد صلوٰۃ العید کے بارے میں روایات دستیاب ہوگئیں' وھی ھذہ۔

عن ام عطية قالت كنا نومران نخرج يوم العيد حتى تخرج البكر من خدرها حتى تحرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرن بتكبيرهم و يدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك اليوم و طهرته اه اخرجه البخارى فى صحيحه كذا فى فتح البارى ص ۳۸۶ ج ۲) واخرج الترمذى عن ام عطية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج الابكار والعواتق و ذوات الخدود والحيض فى العيدين فاما الحيض فيعتزلن المصلى و يشهدن دعوة المسلمين الحديث' ص ۷۰) قال الترمذى حديث ام عطيه حديث حسن صحيح'.

اس حدیث میں دعاء سے دعاء خطبہ مراد نہیں ہوسکتی' کیونکہ خطبہ میں صرف امام دعاء کرتا ہے۔ سامعین دعا نہیں کر سکتے۔ اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حائض عورتیں عیدین میں مردوں کے پیچھے کھڑی رہتیں اور مردوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں' اور ان کی دعاء کے ساتھ دعا کرتیں۔ اور اس سے مردوں اور عورتوں سب کا دعاء کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یقیناً نماز سے پہلے تکبیر و دعاء کا وقت نہیں یقیناً نماز کے بعد ہی دعا کی جاتی ہے اور ترمذی میں اسی حدیث کے اندر یہ الفاظ ہیں۔ ویشھدن دعوۃ المسلمین کہ عورتیں مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوتی تھیں اس لیے عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا جائز و مستحب یقیناً ہے۔ استحباب و جواز کا انکار نہیں ہوسکتا۔

(امدادالاحکام ج ۱ ص ۷۴۱ تا ۷۴۳)

علامہ ابن قیم کا موقف:

قدیم علماء کرام میں فرائض کے بعد دعا کے عدم جواز کے قائلین میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم بھی شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان حضرات کو مطلق دعا کا انکار نہیں بلکہ خلاف سنت اور منکر امور پر اعتراض ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ ارشاد فرماتے ہیں:

والاجتماع على القراة والذكر والدعاء حسن اذا لم يتخذ سنة راتبة ولا اقترن به منكر من البدعة. (مختصر فتاوى مصريه ص۹۳۔ بحواله اجتماعى دعا بعد نماز ص ۱۱)

یعنی اجتماعی دعا' قرأۃ اور ذکر مستحسن امور ہیں جب تک کہ انہیں لازمی سنت نہ سمجھا جائے اور اس کے ساتھ بدعت و منکر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

وقد تقدم ان دين الله وسط بين الغالى والجا فى عنه. (الوصية الكبرى)

کہ اللہ کا پسندیدہ دین غالی اور جافی کے درمیان درمیان ہے۔ (اجتماعی دعا بعد نماز ص ۱۲)

علامہ ابن تیمیہ کے تلمیذ رشید علامہ ابن قیم کا شمار بھی ان ہی علماء میں ہوتا ہے جو فرائض کے بعد دعا کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں:

واما دعا بعد السلام من الصلوٰة مستقبل القبلة سواء للامام والمنفرد والماموم' فلم يكن ذلك من هدى النبى صلى الله عليه وسلم اصلا ولا روى عنه باسناد

نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھ کر امام' منفرد اور مقتدی کا دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے۔ نہ ہی صحیح یا حسن سند ہی سے مروی ہے۔ (زادالمعاد ج ۱ ص ۲۵۷)

صحیح ولاحسن.

علامہ احمد رضا بجنوری شارح بخاری رقمطراز ہیں:

''علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی جلد اول میں دو جگہ اور حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس دعا کو خلافِ سنت قرار دیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ علامہ نے امام ومقتدی کے لئے دعا بعد الصلوٰۃ کو خلافِ سنت کہا اور کہا کہ اصحاب امام شافعی واحمد نے امام ومقتدی کے لئے بعد نماز دعا کو جو لکھا ہے وہ خلافِ سنت ہے۔ مگر منفرد کے لئے اس کو خلافِ سنت قرار نہیں دیا۔ بلکہ صراحت کر دی کہ اگر منفرد نماز کے بعد دعا کرے گا۔ تو یہ خلاف سنت نہ ہوگا۔ (فتاوی ج ا ص ۲۰۴)

حافظ ابن قیم نے اگر چہ یہ لکھا ہے کہ جس طرح میرے استاذ ابن تیمیہ نے دعا قبل السلام کو ترجیح دی ہے۔ میں نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے استاذ کے خلاف دعا بعد السلام من الصلوۃ مستقبل القبلہ کو خواہ وہ منفرد سے ہو یا امام ومقتدی سے، سب ہی کو خلاف سنت کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۵۔ انوار الباری جلد سیز دہم ص ۷۱)

علامہ ابن قیم کی مذکورہ بالا عبارت سے حسب ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

1. موصوف کو نماز کے بعد مطلق دعا سے انکار نہیں۔
2. نماز کے بعد ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کو خلاف سنت کہتے ہیں۔
3. اس حکم میں امام، مقتدی اور منفرد سب ہی برابر ہیں، گویا جس طرح امام کو استمراراً دعا کرنا ممنوع ہے اسی طرح منفرد کے لئے بھی ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کرنا خلاف سنت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن قیم کے نظریات کو زیر دست جرح وتنقید کا نشانہ بنایا اور اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ لیکن طویل جرح وتعدیل کے اختتام پر لکھتے ہیں:

ان المراد ابن القیم نفی الدعاء بعد الصلوٰة مطلقاً. ولیس کذلک وان حاصل کلامه انه نفاه بقید استمرار استقبل المصلی القبلة وایراده بعد السلام. واما اذا انتقل بوجهه او قدم الاذکار المشروعة. فلا یمتنع الاتیان بالدعاً حینئذ.

علامہ ابن قیم کی مراد مطلق دعا بعد نماز سے نفی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جس چیز کی نفی کی ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے بعد پابندی سے قبلہ رخ بیٹھ کر دعا مانگنا اور جب نمازی رخ پھیر لے یا مشروعی اذکار پڑھ لے، تو پھر ان کے نزدیک بھی دعا کرنا منع نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳٤)

علامہ موصوف نے بھی فرض نماز کے بعد دعا مسنون ومستحب ہونے کی صراحت ووضاحت فرمادی ہے۔ جس سے یہ اعتراض بے وقعت ہو جاتا ہے کہ وہ مطلق دعا کی مشروعیت سے انکاری ہیں۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

کان صلی الله علیه وسلم اذا سلم. استغفر ثلاثا. وقال اللهم انت السلام الخ. ولم یمکث مستقبل القبله الا مقدار ما یقول ذلک، بل یسرع الانفتال الی المامومین وکان ینتفل عن یمینه وعن یساره.

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے، تو تین بار استغفار پڑھتے اور اللھم انت السلام الخ والی دعا پڑھنے کے بعد قبلہ رو بیٹھتے پھر فوراً نمازیوں کی طرف رخ فرما لیتے کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ (زادالمعاد ج ۱ ص ۲۹۵)

علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں:

''فرائض کے متصل بعد دعا ثابت نہیں۔ البتہ سلام پھیرنے کے بعد فرض نماز سے فارغ ہو کر اذکار مسنونہ اور درود شریف پڑھ کر دعا کرنا مستحب

ہے۔'' (زادالمعاد ج ص ۲۵۶)

علامہ موصوف ان دعاؤں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو فرض نماز کے بعد پڑھنا منقول ہیں:

وقد ذكر ابو حاتم في صحيحه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول عند انصرافه من صلاته: اللهم اصلح لي ديني الذي جعلته عصمة امري واصلح لي دنياي التي جعلت فيها معاشي. اللهم اني اعوذ برضاك منك. لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد.

وذكره الحاكم (النيسا بوري) في مستدركه عن ابي ايوب. انه قال ماصليت وراء نبيكم صلى الله عليه وسلم الا سمعته حين ينصرف من صلاته يقول اللهم اغفرلي خطاياي وذنوبي كلها. الحديث. (زادالمعاد ج۱ ص۳۰۳)

علامہ موصوف کی ان تصریحات سے یہ بات بےغل وغش روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انہیں فرض نماز کے بعد دعا کے مسنون ومستحب ہونے کا انکار نہیں۔ بلکہ قبلہ رخ بیٹھ کر نماز کے متصل بعد ہمیشہ دعا کا معمول بنا لینے کا انکار ہے۔

علامہ ظفر احمد اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکثر حنابلہ کا یہ خیال ہے کہ علامہ ابن قیم نے نماز کے بعد دعا کا جو انکار کیا ہے وہ مطلقاً ہر نماز کے بعد ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نمازی سلام کے فوراً بعد قبلہ رخ بیٹھ کر ہمیشہ دعا کرنے کو معمول بنا لے۔ انکار استمرار کا ہے اور اگر قبلہ سے چہرہ پھیرنے اور مسنون اذکار کے بعد دعا کر لینے میں حرج نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جیسا کہ ہم نے متن میں ذکر کیا ہے نفی دعا کی استمراراً ہی ہے۔

فثبت ان الدعاء مستحب بعد كل صلوٰة مكتوبة متصلا بها برفع اليدين كما هو شائع في ديارنا وديار المسلمين قاطبة.

ان روایات سے ثابت ہوا کہ فرض نماز

کے متصلاً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ہمارے شہروں اور دیگر تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا عام معمول ہے۔ (اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۴)

جو حضرات علامہ ابن قیم کے قول کو اپنے نظریہ کی اساس اور محور قرار دے کر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں، شاید انہوں نے موصوف کی عبارت کو بنظر غائر نہیں دیکھا، ورنہ ان پر یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی کہ علامہ جس طرح امام ومقتدی کے لئے نماز کے بعد دعا خلاف سنت قرار دیتے ہیں، اسی طرح وہ منفرد کی دعا بعد نماز خلاف سنت گردانتے ہیں، جب یہ حضرات منفرد کی دعا بعد فرض نماز مطابق سنت کہتے ہیں، گویا اپنی مطلب برآری کے لئے علامہ کی عبارت کا سہارا مرغوب ہے۔ لیکن جس غلطی کے خود مرتکب ہیں وہاں علامہ ابن قیم کا فتویٰ درخورِ اعتنا سمجھا گیا۔

امام رخ پھیر لے:

سلام پھیرنے کے بعد امام کے لئے جائز ہے کہ وہ دائیں یا بائیں یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے۔ خاص طور پر جن نمازوں کے بعد ذکر طویل ہو جیسے فجر اور عصر۔ ان کے بعد عام طور پر تسبیح فاطمہ وغیرہ پڑھی جاتی ہے۔ امام کو رخ ضرور بدل لینا چاہئے۔ تاکہ بعد میں آنے والے نمازی کو جماعت ختم ہونے یا نہ ختم ہونے کا کوئی مغالطہ یا اشتباہ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دائیں طرف پلٹ کر تشریف فرما ہوتے اور کبھی بائیں طرف پلٹ کر بیٹھتے تھے اور کبھی کبھار مقتدیوں کی جانب رخ انور کر کے تشریف فرما ہوتے تھے۔

حدیث: سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى صلوٰة اقبل

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا رخ ہماری طرف پھیر کر

علینا بوجهه.

بیٹھتے ۔(صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۷)

حدیث:

عن انس قال اما انا اکثر ما رایت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ینصرف عن یمینه. (صحیح مسلم ج۱ ص۲٤٧)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اکثر دائیں طرف مڑکر بیٹھتے تھے۔

حدیث:

کان انس بن مالک ینفتل عن یمینه و عن یساره و یعیب علی من یتوخی او من تعمد الانفتال عن یمینه. (صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے بعد دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بھی پلٹ کر بیٹھتے تھے۔ اور اس شخص پر نکتہ چینی کرتے، جو صرف دائیں طرف پلٹنے کا قصد کرتا تھا۔

حدیث:

عن سعد بن ابی وقاص قال کنت اری رسول اللّٰه علیه وسلم یسلم عن یمینه وعن یساره حتی اری بیاض خده.(صحیح مسلم ج۱ ص۱۱٦)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے وقت دائیں جانب اور بائیں جانب رخ پھیرتے تھے اور چہرہ مبارک داہنی اور بائیں جانب اتنا پھیرتے تھے کہ آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔

حدیث:

قال عبداللّٰه بن مسعود لا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

یجعل احدکم للشیطان شیأ من صلاته یری ان حقاً علیه ان لاینصرف الاعن یمینه. لقد رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کثیرا ینصرف عن یساره. (صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۸، صحیح مسلم ج۱ ص۲٤٧)

عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے۔ یعنی وہ یہ خیال کرنے لگے کہ اس پر ضروری ہے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پلٹے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا کہ آپ بائیں طرف پلٹ کر تشریف فرما ہوئے ہیں۔

مشائخ دیوبند کی رائے گرامی:

ان احادیث کے بیان کرنے کے بعد مفتی عزیز الرحمٰن تحریر فرماتے ہیں:

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اکثر اوقات داہنی طرف کو بیٹھتے تھے اور منصرف ہوتے تھے اور کبھی بائیں طرف کو اور کبھی اقبال علی الناس بوجہ فرماتے تھے اس سے یہ بھی مطلب حاصل ہوسکتا ہے کہ متدبر قبلہ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور یہ بھی اس کا مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ اقبال بوجہ وہی ہے جس کو یمین اور یسار کی طرف انصراف سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے بھی اس میں اختیار دیا ہے کہ خواہ داہنی طرف ہوکر بیٹھے اور خواہ بائیں طرف کو اور خواہ مستقبل الی الناس اور متدبر قبلہ ہوکر بیٹھے۔

جیسا کہ درمختار ج۱ ص۳۹۲ باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے:

و فی الخانیة یستحب للامام أن تحول لیمین القبلة یعنی یسارا المصلی الخ. و استقباله الناس بوجهه. الخ

اور اکثر فعل آنحضرت ﷺ کا داہنی طرف ہوکر بیٹھنے کا تھا۔ کما ذکره الشراح و علیه العمل اکابرنا کا الشیخ المحدث گنگوهی و مولانا النانوتوی قدس اللّٰه اسرارها. (فتوی دارالعلوم دیو بند ج۲ ص ۱۹۳، ۱۹۲)

امام کاسانی کی رائے گرامی:

امام کا رخ پھیرنے کے متعلق جو مختلف روایات پائی جاتی ہیں ان سے حسب ذیل کیفیت سامنے آتی ہے۔ امام بخاریؒ کی حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنا چہرہ مبارک نمازیوں کی طرف کر کے بیٹھتے تھے۔ امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف چہرہ انور پھرتے تھے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بارہا دیکھا کہ آپ بائیں طرف پھر کر بیٹھتے تھے۔

گویا کہ تین کیفیات معلوم ہوئیں نمازیوں کی طرف رخ کرنا۔ دائیں طرف مڑ کر بیٹھنا اور بائیں طرف پھر کر بیٹھنا۔

امام کاسانیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام نماز سے فارغ ہوا اور نماز کے بعد سنتیں نہ ہوں جیسے نمازِ فجر اور نمازِ عصر تو امام چاہے تو اٹھ کھڑا ہو اور چاہے دعا میں مصروف ہو کر وہیں بیٹھا رہے مگر اس صورت میں قبلہ رخ بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے نماز میں مشغولیت کا شبہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا امام اگر نماز کے بعد بیٹھنا چاہتا ہے تو مقتدیوں کی طرف منہ کر لے بشرطیکہ اس کے بالکل سامنے کوئی نماز میں مصروف نہ ہو۔ دائیں طرف پھرنا یا بائیں طرف پھرنا دونوں جائز ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ نماز میں مشغولیت کا شبہ زائل ہو جائے اگر نماز کے بعد سنت ہے تو امام کے لئے بیٹھا رہنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں مکروہ سمجھا گیا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۵۹)

سنتوں کے لئے جگہ بدلنے کی حکمت:

جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں پڑھنا ہوں مثلاً ظہر، مغرب، عشاء تو جگہ بدل کر پڑھنا افضل ہے تا کہ قیامت کے دن وہ جگہ بھی نمازی کے حق میں گواہ بن سکے۔ جہاں اس نے نماز میں سجدہ ادا کیا۔ امام کو بھی جگہ بدل دینی چاہئے اور مقتدیوں کو بھی۔ بشرطیکہ جگہ بدلنے کی گنجائش ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۶۰، مبسوط سرخسی ج ۱ ص ۳۸)

علاوہ ازیں ایک نماز کے بعد دوسری نماز شروع کرنے کے درمیان فصل بھی ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ادھر ایک نماز سے سلام پھیرا اور فوراً دوسری کی نیت باندھ لی۔ مسنون و مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد استغفار پڑھ لے یا کوئی اور ورد یا دعا کر لے۔ یا پہلی جگہ سے آگے پیچھے ہٹ جائے یہ ساری صورتیں فصل میں داخل ہیں۔

حدیث:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یُوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا.

پھر ارشاد فرمایا تم جانتے ہو اخبار کیا ہیں؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا زمین کی اخبار سے مراد ہر انسان مرد اور عورت کے وہ اعمال ہیں جو زمین کی پشت پر کئے گئے ہیں۔ قیامت کے دن زمین ان اعمال کی گواہی دے گی۔ (ترمذی بحوالہ اعلاء السنن ۳ ص ۱۹۱)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ زمین کی پشت پر جتنی کثرت سے نماز میں سجدے کئے جائیں گے۔ قیامت کے دن وہ تمام جگہیں نمازی کے حق میں گواہی دیں گی۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۱، مراقی الفلاح ج ص ۱۷۱)

امام قرطبی سورہ دخان کی آیت نمبر ۲۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِم السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ. سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

''مسلمان زمین پر جہاں عبادت کرتا ہے۔ اور آسمان میں جہاں سے اس کے نیک اعمال چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے فوت ہو جانے پر روتے ہیں۔''

اور حضرت عطا خراسانی سے روایت ہے کہ آدمی زمین پر جہاں جہاں نماز میں سجدہ کرتا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی، اور جب وہ

آدمی مرجاتا ہے تو وہ مقامات اس کے فراق میں روتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی ج١٦ص١٤٠)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ (فرض سے فراغت کے بعد) نوافل وغیرہ میں آگے پیچھے، دائیں، بائیں ہٹنے سے بھی عاجز ہو۔ (یعنی اتنا تو ہٹ جانا چاہئے) (ابی داؤد ج١ص١٠٠)

حدیث:

عن المغيرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايصلي الامام في الموضع الذي صلى فيه حتى يتحول.

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس جگہ نماز نہ پڑھے جہاں فرض نماز پڑھ چکا ہے یہاں تک کہ جگہ بدل دے۔

(سنن ابوداؤد ج١ ص٦٤)

حدیث: ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ ہمارے امام ابو رمثہؓ نے ہمیں نماز پڑھائی، انہوں نے کہا کہ میں نے یہ نماز یا اسی طرح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی پہلی صف میں حضور ﷺ کے دائیں جانب کھڑے تھے۔ ایک آدمی تکبیر اولیٰ سے نماز میں شریک تھا جب حضور ﷺ نے نماز پڑھائی پھر دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے حضور ﷺ کے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھی۔ پھر آپ ﷺ پلٹے جس طرح میں پلٹا ہوں۔ پس وہ آدمی جو تکبیر اولیٰ سے نماز میں شامل تھا۔ دو رکعت کی نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمرؓ جلدی سے اس کی طرف بڑھے۔ اس کا کندھا پکڑ کر جھنجھوڑا اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اہل کتاب کے ہلاک ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نگاہ اٹھائی اور فرمایا اے ابن خطابؓ۔ اللہ نے تمہیں صحیح بات تک پہنچایا۔ (سنن ابوداؤد ج١ ص١٠١، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ)

دعاء استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کی کیفیت:

حضور اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ عموماً ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نے صرف دعاء استسقاء میں ہاتھ اٹھائے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی بھی دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔ اور وہ حضرات حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جسے صحیح بخاری وصحیح مسلم نے روایت کیا ہے سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث:

عن انس بن مالك قال كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يرفع يديه في شيئ من دعائه الافي الاستسقاء، وانه يرفع حتى يرى بياض ابطيه. (صحيح بخاری ج١ ص١٤٠، صحيح مسلم ج١ ص٢٩٣)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعاء استسقاء کے علاوہ کسی بھی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ استسقاء کی دعا میں دونوں ہاتھ اس قدر اوپر تک اٹھاتے تھے کہ آپؐ کی بغلوں کی چمک بھی دیکھ لی جاتی تھی۔

اگرچہ حدیث کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ استسقاء کے علاوہ کسی بھی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بہت سی صحیح احادیث میں عمومی دعاؤں میں آپؐ کا ہاتھ اٹھانا واضح اور صریح ثبوت موجود ہے۔ جس کی تفصیل سابقہ احادیث میں بیان ہوچکی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

یہ بات دیگر احادیث کے منافی ہے۔ جب کہ کثیر روایات میں رسول اللہ ﷺ کا دعا میں ہاتھ اٹھانا صراحتاً ثابت ہے۔ خود امام بخاری نے ''کتاب الدعوات'' میں ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا دعا میں ہاتھ

اٹھانا مذکور ہے۔

اس لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز استقاء کی دعا میں بہت زیادہ ہاتھ اٹھائے ہیں' اس قدر زیادہ آپ نے کسی اور دعا میں ہاتھ بلند نہیں فرمائے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱۷)

علامہ عسقلانی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فی اثبات رفع الیدین فی الدعاء احادیث کثیرۃ' افردھا المنذری فی جزء سرد منھا النووی فی الاذکار و شرح المھذب جملۃ' وعقدلھا البخاری ایضاً فی الادب المفرد. (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱٤۲)

عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کے ثبوت کے متعلق حافظ منذری نے مستقل ایک جز میں بہت سی احادیث کو جمع فرمایا۔ جن میں سے بعض کو امام نووی نے کتاب الاذکار اور شرح مہذب ج ۳ ص ۴۴۸ تا ۴۵۰ میں نقل فرمادیا ہے۔ دعا میں اثبات رفع یدین کے لئے امام بخاری نے اپنی کتاب "الادب المفرد" ص ۱۵۹ میں مستقل باب قائم فرمایا ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

"میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم یا ان میں سے کسی ایک مصنف کی بیان کردہ تقریباً تیس ایسی احادیث جمع کی ہیں۔ جو استقاء کے علاوہ دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق صریح ہیں۔ میں نے انہیں شرح مہذب میں ابواب صفۃ الصلوٰۃ کے آخر میں ذکر کیا ہے۔"

(شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۳)

مذکورہ احادیث شرح مہذب ج ۳ ص ۴۴۸ تا ۴۵۰ پر "فوع فی استحباب رفع الیدین فی الدعاء خارج الصلاۃ و بیان جملۃ من الاحادیث

الوارده فیه" کے عنوان کے تحت دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے سنن ابوداؤد میں روایت ہے۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یستسقی ھکذا و مدیدیه وجعل بطونھما مما یلی الارض حتی رایت بیاض ابطیه. (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۵ باب رفع الیدین فی الاستسقاء)

رسول اللہ ﷺ طلب باران رحمت کے لئے دعا میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے اور ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلی زمین کی طرف اور پشت آسمان کی طرف کر کے دعا میں اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ میں نے آپ کے بغل مبارک کی سفید چمک کو بھی دیکھ لیا۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

ویتأول ھذا الحدیث علی انه لم یرفع الرفع البلیغ بحیث یری بیاض ابطیه الافی الاستسقاء. (مسلم ج ۱ ص ۲۹۳)

حدیث انسؓ کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ آپؐ عام دعاؤں میں اس قدر زیادہ بلند ہاتھ نہیں کرتے تھے کہ آپؐ کے بغل مبارک کی سفیدی نظر آجائے' سوائے دعاء استقاء کے۔

یہی مطلب علامہ قسطلانی نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ ابی مالکی نے شرح مسلم میں امام شافعی کا قول نقل کیا ہے۔

المعنی لا یرفعھما کل الرفع حتی تجاوزا راسه ویری بیاض ابطیه الا فی الاستسقاء لانه ثبت رفع الایدی فی کل ادعیه.

(اکمال المعلم ج ۳ ص ٤٥ بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص ۱۰۹)

ان تشریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حدیث انس میں عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کی نفی مقصود نہیں' بلکہ اس مخصوص کیفیت کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کی نفی ہے جو استقاء میں آپ کا معمول تھا۔

نماز کے بعد ذکرِ جہر کی ممانعت

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نماز کے بعد دعا سراً کرنا افضل ہے۔ بلند آواز سے دعا کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔ اسی طرح ذکر بھی خفی افضل ہے۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ فرض نماز کے بعد ذکر جہر مسنون ہے۔ لہٰذا محدثین اور فقہاء کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث:

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء الصلوٰۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالتکبیر.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تکبیر سن کر جان لیتا کہ نماز ختم ہو گئی ہے۔ (صحیح بخاری ج١ ص ١١٧۔ صحیح مسلم ج١ ص ٢١٧)

اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اور تکبیر کی آواز سن کر انہیں نماز ختم ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اس لئے محدثین نے پہلے چند احتمالات بیان کئے ہیں اور اس کے بعد حدیث کے مضمون پر بحث کی ہے۔

1. قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ابن عباس چھوٹے بچے تھے۔ اس لئے نماز میں پابندی سے حاضر نہیں ہوتے تھے۔
2. ممکن ہے کہ ابن عباس آخری صفوں میں ہوتے ہوں (کیونکہ بچوں کی صفیں مردوں کی صفوں کے بعد ہوتی تھیں) اس وجہ سے سلام کی آواز صحیح سنائی نہ دینے کی بنا پر تکبیر کی آواز سن کر نماز ختم ہونے کا پتہ چلتا ہوگا۔

(فتح الباری ج٢ ص ٣٢٦، عمدۃ القاری ج٦ ص ١٢٦)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

قال ابن بطال وقول ابن عباس کان علی عھد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

''عہد نبوی'' کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حضرت ابن عباس یہ بیان فرما رہے تھے اس دور میں نماز کے بعد تکبیر اونچی آواز سے نہیں کہی جاتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج٦ ص ١٢٦)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ممکن ہے اس تکبیر سے مراد تکبیر تشریق ہو جو حج کے موقع پر منیٰ میں بآواز بلند کہی جاتی تھی۔ (اشعۃ اللمعات ج١ ص ٤١٨)

حدیث:

عن عبداللّٰہ بن الزبیر قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا سلم من صلاته یقول بصوته الاعلٰی لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له. له الملک وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر. لا حول ولاقوة الا باللّٰه. لا اله الا اللّٰه ولا نعبد الا ایاه. له النعمه وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا اللّٰه مخلصین له الدین ولو کره الکافرون.

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له الخ۔ (رواہ مسلم ج١ ص ٢١٨، مشکوٰۃ)

امام نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کتاب مہذب میں لکھتے ہیں:

''یہ دعا اور اس کے علاوہ دیگر دعاؤں کو آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ خواہ امام ہو یا منفرد ہو اگر کوئی دعا کسی کو سکھانا مقصود ہو تو بلند آواز سے پڑھ لینا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا بلند آواز سے پڑھنا بھی اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ کو یہ دعا صحابہ کو سکھانا مقصود تھا۔ اس لئے آپ بلند آواز سے پڑھتے تھے' اور جب لوگوں کو دعا یاد ہو گئی تو اسے آہستہ آواز سے پڑھنا ہی افضل ہے۔ ائمہ مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ ذکر اور تکبیر وغیرہ بلند آواز سے نہ ہو بلکہ آہستہ آواز ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے وقتی طور پر بطور تعلیم اونچی آواز سے نماز کے بعد دعا وغیرہ پڑھی پڑھائی تھی یہ دستور ہمیشہ کا نہیں تھا۔ (شرح نووی مسلم ج ۱ ص ۲۱۷)

حدیث:-

عن ابی موسٰی قال کنا مع النبی صلی اللہ علیه وسلم فی سفر فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ایها الناس اربعوا علی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائبًا. انکم تدعون سمیعًا قریبًا وهو معکم.

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ صحابہ کرام بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم جس ذات کو پکارتے ہو وہ تو سنتا ہے اور تمہارے قریب بھی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶)

امام نووی المتوفی ۶۷۷ھ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

محدث ابن بطال اور دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ تمام اصحاب مذاہب (یعنی ائمہ اربعہ) جن کی پیروی کی جاتی ہے اور دوسرے علماء بھی اس پر متفق ہیں کہ نماز

کے بعد بلند آواز سے تکبیر اور ذکر کرنا مستحب نہیں۔

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس ذکر جہر کا بیان اس روایت میں ہے وہ محض تعلیم کی غرض سے احیاناً تھا ہمیشہ اختتام نماز پر ذکر جہر کا معمول نہیں تھا۔ بلکہ کچھ عرصہ کے لئے تعلیم کی غرض سے ایسا کیا گیا تھا۔ (حاشیہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۷)

اور یہی تفصیلات علامہ عینی نے بھی ارقام فرمائی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶)

علامہ حلبی لکھتے ہیں:

ولابی حنیفة ان رفع الصوت بالذکر بدعة' مخالف للامر فی قوله تعالی اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الایة. (کبیری ص ٥٦٦)

حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور چپکے پکارو۔

علامہ صفدر کی تحقیق انیق:

محقق دوراں محدثِ عظیم مولانا سرفراز خان صفدر مذکورہ روایت پر علمی تنقید و تنقیح اور جرح سے قابل رشک تحقیق انیق پیش کرتے ہیں۔

''یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں مسلم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے اور مشکوٰۃ میں بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ روایت مسلم ج ۱ ص ۲۱۸ میں موجود ہے۔ لیکن اس میں سرے سے بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی کے الفاظ ہی موجود نہیں ہیں اور نزاع بھی صرف اس جملہ میں ہے' نفس ذکر کا کوئی منکر نہیں ہے۔

اس روایت کو امام بیہقیؒ نے سنن الکبری ج ۲ ص ۱۸۵ طبع (دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن) میں مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

علامہ ابو البرکات مجد الدین عبد السلام ابن تیمیہ الحنبلیؒ (المتوفی ۶۵۲ھ)

اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں رواہ مسلم و ابوداؤد والنسائی (منتقی الاخبار مع النیل ج ۲ ص ۳۱۶ طبع مصر) لیکن اس میں بھی بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

جب یہ الفاظ ثابت نہیں تو قرآن کریم کی نصوص قطعیہ، صحیح احادیث اور حضرات مفسرین کرام اور حضرات فقہاء ملت کی تصریحات کے مقابلہ میں اس سے استدلال کا کیا معنیٰ؟

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اسی روایت میں بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کے الفاظ امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب الام ج ۱ ص ۱۱۰ طبع بولاق مصر میں نقل کئے ہیں۔ اور انہیں کے حوالہ سے امام ابن الحاج المالکی نے المدخل ج ۱ ص ۱۰۸ طبع مصر میں اور علامہ الساعاتی نے بلوغ الامانی ج ۴ ص ۷۱ طبع مصر میں نقل کئے ہیں۔ اور اس کی سند میں ابراہیم بن محمد واقع ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ اگر کسی بلندی سے گر جاتے تو ان کے لئے زیادہ عزیز تھا بہ نسبت اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے۔ امام یحییٰ بن سعید ان کو کذاب کہتے ہیں۔ وہ کذاب، قدری اور رافضی تھا وغیرہ ذلک الخ۔

یہ ہے بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کا راوی لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کا وہی جواب کافی ہے۔ جو حضرت امام شافعی نے دیا ہے کہ برائے تعلیم تھوڑا عرصہ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے یہ پڑھا، نہ یہ کہ اس پر مداومت فرمائی اور حضرت امام شافعی کے حوالہ سے یہی جواب شراح حدیث اور حضرات فقہاء اسلام نے نقل کیا ہے۔ حضرت ملا علی القاری بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کی شرح میں لکھتے ہیں کہ تعلیماً لمن حضر معه من الملأ (مرقات ج ۲ ص ۳۵۸) آپؐ نے یہ جہر حاضرین کی جماعت کی تعلیم کے لئے کیا تھا اور تعلیم کے لئے جہر بقدرِ ضرورت جائز ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت ﷺ بآواز بلند میخواند اما بعض علماء گفتہ اند کہ بلند خواندن آنحضرت ﷺ برائے تعلیم اصحاب بود و نوویؒ در مہذب گفتہ کہ افضل اخفاء است دریں دعا و جز آں خواہ امام بود یا منفرد مگر آنکہ حاجت تعلیم بود و ہم بریں حمل کردہ شدہ است جہر رسول خدا ﷺ آں و بعد از انکہ محفوظ گشت افضل اخفاء است و حق آنست کہ اوقات مختلف است گاہے ذوق حضور در اخفاء است و گاہے در جہر شوق و گرمی مے افزائد و جہر بذکر مشروع است بلاشبہ انتہٰی (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۰ طبع مصطفائی و طبع لاہور ج ۱ ص ۴۱۹)

اور یہ حدیث ذکر بالجہر کے متعلق صریح ہے کہ آنحضرت ﷺ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا بلند آواز سے پڑھنا حضرات صحابہ کرامؓ کی تعلیم کی خاطر تھا اور امام نوویؒ نے مہذب میں کہا ہے کہ اس دعا میں بھی اور دوسری دعاؤں میں بھی افضل یہی ہے کہ امام ہو یا منفرد آہستہ پڑھے مگر یہ کہ تعلیم کی ضرورت پڑے اور آنحضرت ﷺ کے اس جہر کو اس پر حمل کیا گیا ہے اور جب دعائیں یاد ہو جائیں تو اس وقت آہستہ پڑھنا ہی افضل ہے اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہیں کبھی ذوقِ حضور اخفاء میں ممد ہوتا ہے اور کبھی جہر میں شوق اور گرمی بڑھتی ہے اور ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ صاحبؒ کے نزدیک حالات مختلف ہیں کسی مقام پر جہر (وہی مقام جہاں شرعاً جہر ماثور و منقول ہے جیسا کہ لمعات کے حوالہ سے یہ بات پہلے گذر چکی ہے) اور کسی مقام پر اخفاء زیادہ افضل اور بہتر ہے ہاں تعلیم کا مسئلہ الگ ہے اور ایک مقام میں نمازوں کے بعد اذکار کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

و در حدیث مسلم آمده کہ ایں دعاء را باعلیٰ صوت می گفت و بعضے علماء گفتہ اند کہ افضل در جمیع انواع اخفاء یست در ذکر و در دعاء ہم امام را و ہم منفرد را و جہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تعلیم بود و اگر در جائے دیگر امام را مصلحت در جہر و اعلان بود و بقصد تعلیم و اعلام کند درست است بلکہ مستحسن باشد۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۴۳۸ طبع نولکشور)

مسلم کی روایت میں (جس کی مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے۔صفدر) آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے یہ دعاء پڑھی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ افضل تمام انواع میں اخفاء ہے۔ عام اس سے کہ ذکر ہو یا دعاء۔ امام ہو یا منفرد اور آنحضرت ﷺ کا جہر فرمانا تعلیم کی خاطر تھا اور کسی ایسی ہی جگہ میں اگر امام کو جہر اور اعلان کی مصلحت درپیش ہو اور تعلیم اور اظہار کا مقصد ہو تو اس موقع پر بلند آواز سے پڑھنا درست ہی نہیں بلکہ مستحسن بھی ہے۔ (حکم ذکر بالجہر ص ۱۷۵ تا ۱۸۰ ملخصاً)

نماز کے بعد مصافحہ بدعت ہے:

مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رقمطراز ہیں:

مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الاغفرلهما قبل ان یتفرقا. (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۷)

جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کو جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہوجاتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملۂ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

فان محل المصافحة المشروعة اوّل الملاقات و قد یکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة و یتصاحبون بالکلام ومذاکرة العلم وغیره مدة مدیدة ثم اذا صلوا یتصافحون فاین هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مکروهة حینئذ و انها من البدع المذمومة.

بے شک مشروع مصافحہ کا محل شروع ملاقات کا موقع ہے۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے اور دیر تک ادھر ادھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ کہاں کی سنت ہے؟ اسی لئے بعض علماء نے تو صراحۃً لکھ دیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے! (ایضاً) (مطبوعہ ملتان مرقاۃ ج ۹ ص ۷۴) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۶۷۶)

مجالس الابرار میں ہے: **واما المصافحة فسنة عند التلاقی الخ** اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے کیونکہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہوجاتی ہے۔ (م ۴۸ ص ۴۹۲)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام و جواب ہوا اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحے کئے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر و نماز عصر و نماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے یہ غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحه

نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ صحابہ بعد نماز مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے

المصافحة بعد اداء الصلوٰة لكل حال لان الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض اه. ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها فى الشرع وانه ينتبه فاعله اولاو يغور ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل انها من البدع و موضع المصافحة فى الشرع انما هو عندلقاء المسلم لاخيه لا فى ادبار الصلوٰات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذالك و يزجر فاعله لما اتى به من خلاف السنة اه.

اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہ قابل کراہیت بدعت ہے شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصلیت نہیں اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ میں تنبیہ کر دی جائے (نہ مانے تو) دوسری دفعہ میں اس کو سزا دی جائے۔ اور ابن الحاجؒ مالکی ''مدخل'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ بھی ایک بدعت ہے شریعت میں مصافحہ کرنے کا وقت وہ بتایا گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نمازوں کے بعد نہیں۔ پس جہاں شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے اور کرنے والے کو جو سنت کے خلاف عمل کر رہا ہے سختی سے منع کیا جائے۔ (شامی ج ۵ ص ۳۳۶۔ یہی مضمون مجالس الابرار میں بھی ہے م ۵۰ ص ۲۹۸)

بہر حال اصل مسئلہ یہی ہے۔ البتہ لوگوں کے حالات بہت نازک ہو چکے ہیں۔ مزاج بگڑ چکے ہیں۔ بات بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔ لہٰذا رفع فتنہ کے طور پر علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو

اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی شکل نہ پیدا کرنی چاہئے کہ اس کو بدگمانی شکایت اور رنج ہو۔ (شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۷۵۔ فقط واللہ اعلم بالصواب مرقاۃ ج ۹ ص ۴۷ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ فتاوی رحیمیہ ج ۲ ص ۳۲۰، ۳۲۲۔ ج ۳ ص ۲۷، ۴۳)

نوافل کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ مسجد میں فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لینے کے بعد سنتیں اور نوافل اپنے حجرہ انور میں ادا فرماتے تھے اور صحابہ کو بھی ترغیب دیتے کہ گھروں میں سنتیں اور نوافل پڑھ کر گھر نماز کے انوار و برکات سے منور کرو۔ تو اس طرح جب مسجد میں آپ خود اور صحابہ سنت و نفل نہیں پڑھتے تھے تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد اجتماعی دعا بھی یقیناً نہیں ہوتی تھی۔

حدیث:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعلوا فى بيوتكم من صلاتكم و لا تتخذوها قبورا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھا کرو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے سوا نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۲)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فان خير صلوٰة المرء فى بيته الا الصلوٰة المكتوبة. (صحيح مسلم ج ١ ص ٢٦٦)

آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو اپنے گھر میں ادا کرتا ہے سوا فرض نماز کے (یعنی فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے)

حدیث:

انه صلی اللّٰه علیه وسلم سئل ایما افضل؟ الصلاة فی البیت او الصلاة فی المسجد. فقال الا تری الی بیتی ما اقربه الی المسجد. فلان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون مکتوبة.

آپؐ سے دریافت کیا گیا مکان میں نماز پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تم نہیں دیکھتے کہ میرا مکان مسجد کے کس قدر قریب ہے لیکن اس پر بھی مجھے یہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے مکان میں ہی نماز (نفل) پڑھوں۔ البتہ فرض نماز کے واسطے مسجد مقرر کی گئی ہے۔ (الترغیب والترهیب ج۱ ص۲۷۹)

حدیث:

عن عبداللّٰه بن شقیق قال سألت عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها عن صلاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس الظهر ثم یدخل فیصلی رکعتین، ثم یخرج فیصلی بالناس العصر، ویصلی بالناس المغرب، ثم یدخل فیصلی رکعتین. ثم یصلی بالناس العشاء و یدخل فی بیتی

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا حال دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے۔ پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے، پھر عصر کے وقت باہر جاتے اور عصر کی نماز پڑھاتے اور مغرب کے وقت مغرب کی نماز پڑھاتے پھر اندر آ کر دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے

فیصلی رکعتین. (صحیح مسلم ج۱ ص۲۵۲)

اور میرے گھر میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

حدیث:

عن ابن عباس کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یطیل القراة فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اهل المسجد. (ابوداؤد ج۱ ص۱۳۰ باب رکعتی المغرب این تصلیان ابواب التطوع)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت فرماتے تھے کہ تمام نمازی مسجد سے چلے جاتے تھے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں سوا آپ کے اور کوئی باقی نہ رہا۔
(شرح معانی الآثار ج۱ ص۲۰۱ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج۱ ص۲۱۷)

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز ادا کرنے کے بعد کیا اتنے سے کام میں تمہیں تکلیف ہوتی ہے کہ ان فرضوں کے مقام سے آگے یا پیچھے ہو جاؤ یا داہنی جانب یا بائیں جانب ہو جاؤ۔
(ابوداؤد ج۱ ص۱۰۰ باب الرجل یتطوع فی مکان الذی صلی فیه)

جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، تو امام اپنے فرضوں کی جگہ سے دائیں بائیں یا پیچھے ہٹ کر یا اپنے گھر میں جا کر سنتیں پڑھے۔ (حلبی کبیر ص۳۴۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تو مسجد میں اجتماعی طور پر سنتیں اور نفل پڑھے جاتے تھے اور نہ ہی امام و مقتدی مل کر دعا مانگنے کا دستور تھا۔ لہٰذا سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر امام اور مقتدی حضرات کی اجتماعی

دعا خلاف سنت اور بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد والی سنتیں گھر میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے اور جب کہ رسولِ خدا ﷺ کا خود اس پر عمل تھا اور صحابۂ کرام کو بھی آپ نے یہ فرما دیا اور تعلیم کر دی تھی کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں جا کر پڑھتے ہوں گے اور شاذ و نادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا۔ اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ گھر میں سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہوں یا صحابہ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں دوبارہ آ کر جمع ہوتے ہوں۔

مفتی اعظم ہند کا فتویٰ:

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رقمطراز ہیں:

"احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرونِ ثلاثہ میں دعاء کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں، نفلیں پڑھ کر ساری جماعت دعاء مانگتی ہو اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک ان کا انتظار کرے اور پھر "الفاتحہ" بلند آواز سے کہہ کر دعاء شروع کرے۔ تو اس طریقہ کا طریقۂ جدیدہ و محدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

پھر اس پر اگر اس التزام کا بھی لحاظ کر لیا جائے۔ جو بعض اطراف میں مشاہدہ ہے کہ اس طریقۂ دعاء کو ضروری سمجھتے ہیں، اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں، تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔" (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۸)

مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ:

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں:

سنتوں اور نفلوں کے بعد پھر اجتماعی صورت سے دعا کرنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین سے۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت تو اس بارہ میں یہ ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد مختصر سی دعا کر کے مکان میں تشریف لے جاتے اور سنتیں نفلیں گھر میں پڑھتے تھے۔

صحیح بخاری میں بروایت حضرت ام سلمہؓ مذکور ہے۔ **انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث اذا سلم یسیرا** یعنی آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے بعد بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ منقول ہے۔ **کان اذا سلم لم یقعد الامقدار مایقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارک و تعالیت یا ذاالجلال والاکرام.** یعنی رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتے تو صرف اتنی دیر مصلے پر بیٹھتے تھے کہ یہ کلماتِ دعا پڑھ لیں **اللھم انت السلام** الخ۔ عام صحابہ کرام کی بھی یہی سنت منقول ہے۔

معلوم نہیں یہ طریقہ کب اور کس نے ایجاد کیا کہ سارے مقتدی بیٹھے ہوئے اس کا انتظار کرتے رہیں کہ جب امام صاحب سنت نفل سے فارغ ہوں تو پھر مل کر دعا کریں۔ اور اس کا ایسا التزام کرتے ہیں۔ جیسے نماز کا کوئی جز ہے۔ جو چیز سنت سے ثابت نہ ہو، اس کو بطریق سنت پابندی اور التزام کے ساتھ بجماعت ادا کرنا خود ایک بدعت اور اپنی طرف سے ایک شریعت کا ایجاد کرنا اور معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام پر ایک حیثیت سے یہ الزام لگانا ہے، کہ یہ نافع اور مفید طریقہ یا ان کو معلوم نہ تھا یا معاذ اللہ جان بوجھ کر اس میں کوتاہی کرتے تھے، ان ایجاد کرنے والوں نے امت پر احسان کیا کہ یہ طریقہ بتلایا۔ نعوذ باللہ منہ۔

اس اجتماعی دعا میں اس کے علاوہ دوسرا مفسدہ یہ بھی ہے کہ عام جاہل لوگ یہ

سمجھنے لگتے ہیں کہ جیسے نمازوں کے بعد سنت موکدہ ضروری ہیں ان کے بغیر نماز کی تکمیل نہیں ہوتی، اسی طرح سب کے آخر میں یہ اجتماعی دعا بھی نماز کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ یہ ایک عقیدہ کی غلطی ہے۔ جو نہایت خطرناک ہے۔'' (احکام دعا ص۱۴، ۱۵)

مفتی عبدالرحیم کا محاکمہ:

مفتی سید عبدالرحیم ایک سوال کے جواب میں مفصل و مدلل محاکمہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حامداً ومصلیاً ومسلماً بے شک آپ کے یہاں موریشش میں سوسوا سو سال سے سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعاء کا رواج ہوگا اور نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بالالتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایانِ شان نہیں، یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ آبَاءُ هُمْ لاَ يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلاَ يَهْتَدُوْنَ. (سورہ بقرہ پ۲)

یعنی اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا.

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف

(سورۂ اعراف)

رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا۔

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاءُ نَا. (سورۂ اعراف پ۸)

یعنی (مشرک، بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں۔ کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا. (سورۂ یونس پ۱۱)

یعنی (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

اَتَنْهَانَا اَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا (سورہ ہود پ۱۲)

یعنی (حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔

اَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا. (سورہ ہود پ۱۳)

یعنی (حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا۔ کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا (سورۂ لقمان پ۲۱)

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کا اتباع

کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ. (سورۂ زخرف پ ۲۵)

یعنی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

وَکَذٰلِکَ...... اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ. (سورۂ زخرف پ ۲۵)

یعنی اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں۔

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اولوالامر اور ورثۃ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی کریں۔

مسلمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اولوالامر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے۔ رسول مقبول ﷺ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ **عَلَیْکُم بسنّتی و سُنّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِیَّاکُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ کُلّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة.** یعنی میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو! اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، جو نئی نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی ان سے احتراز کرو، اس لئے کہ ہر وہ نئی رسم جو (دین کے نام پر) ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۸۷۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲۔ ابن ماجہ ص ۵ مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے، مسجد میں داخل

ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے، بیت الخلاء میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعاء بھی ثابت و منقول ہے تو سنن و نوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے فراغت کے بعد گھر میں ہی دعاء کرتے تھے سب کا مسجد میں واپس آ کر دعا کرنا کہیں منقول نہیں، کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضور ﷺ اور صحابۂ کرامؓ نے سنن و نوافل ادا فرمائی ہیں مگر دعا سب نے مل کر مانگی ہو یہ کہیں ثابت نہیں، صحابہؓ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہو جاتے تھے چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مصلی حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔ **کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یطیل القرأة فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اهل المسجد** (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۹۱) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا آپ عشاء کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت ﷺ کے کوئی باقی نہیں رہا۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام و مقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں، لہٰذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

(فتاوی رحیمیہ ج ۶ ص ۱۸۴ تا ص ۱۸۸)

زعماء امت کی آراء

فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے متعلق زعماء امت' اخیار ملت۔
محدثین عظام' فقہاء کرام اور مشائخ وعلماء کی آراء۔

امام نووی کا قول فیصل:

امام نوویؒ فرض نماز کے بعد دعا کے مستحب ہونے کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

قد ذکرنا استجاب الذکر والدعا للام والمامون. والمنفرد وهو مستحب عقب کل الصلوات بلا خلاف و اماماً اعتاده الناس او کثیر منهم من تخصیص دعأ الامام بصلاتی الصبح والعصر فلا اصل له. وان کان قد اشار الیه صاحب الحاوی فقال ان کانت صلاة لا یتنفل بعدها کالصبح والعصر استدبر القبلة استقبل الناس ودعا وان کانت مما یتنفل بعدها کالظهور والمغرب والعشأ فیختار. ان یتنفل فی منزله وهذا الذی اشار الیه من التخصیص لا اصل له بل الصواب استحبابه فی کل الصلوات ویستحب ان یقبل علی الناس فیدعو.

ہم نے امام' مقتدی اور منفرد کے لئے دعا و ذکر کا استجاب ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے۔ اور لوگوں کا یہ خیال بے اصل ہے کہ دعا کا حکم نماز فجر اور عصر کے لئے مخصوص ہے اور صاحب الحاوی نے فرمایا کہ اگر ایسی نماز جس کے بعد سنتیں نفل نہ ہوں۔ جیسے نماز فجر وعصر تو امام قبلہ کی طرف پشت کر کے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے دعا کرے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں اور نفل نماز ہو۔ جیسے ظہر' مغرب اور عشا۔ تو امام کو اختیار ہے کہ وہ اپنے گھر جا کر سنتیں نفل پڑھے اور اس تخصیص کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ صحیح حکم یہی ہے ہر نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا کرنا مستحب ہے۔ (شرح مہذب ج ۳ ص ۴۸۸ دار الفکر)

امام ابن حجر عسقلانی المتوفی (۸۵۲ھ) امام بخاری کے قائم کردہ باب "بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوة" کی تشریح میں لکھتے ہیں صلاۃ سے مراد "ای المکتوبة" فرض نماز ہے' امام بخاری نے اس باب میں جن مسنون دعاؤں کا ذکر کیا ہے' ان سے مراد فرض نماز کے بعد کی دعائیں ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

قدور دالامر بذکر دبر کل صلٰوة والمراد به بعد السلام اجماعاً. (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳)

پھر موصوف نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا مسئلہ احادیث کی روشنی میں بیان کیا اور جمہور کے مسلک کی بھرپور تائید فرمائی ہے۔

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق وتطبیق:

والاولی ان یاتی بهذه الاذکار قبل الرواتب' فانه جاء فی بعض الاذکار مایدل علی ذلک نصا. کقوله من قال قبل ان ینصرف و یثنی رجلیه من صلٰوة المغرب والصبح لا اله الا الله وحده لا شریک

اولٰی اور بہتر یہ ہے کہ ان اذکار وادعیہ کو سنن موکدہ سے پہلے ادا کرے' کیونکہ بعض اذکار میں اس کی تصریح ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز مغرب اور نماز صبح کے بعد لوٹنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لا اله الا الله وحده لا شریک له الخ اور جیسے راوی کا یہ قول ہے کہ رسول

له الخ وكقول الراوى كان
اذا سلم من صلوته يقول
بصوته الاعلى. لا اله الا
الله الخ. و فى بعضها ما
يدل ظاهراً كقوله دبر كل
صلوة. اما قول عائشه كان
اذا سلم لم يقعد الامقدار
مايقول. اللهم انت السلام
الخ فيحتمل وجوها منها انه
كان لا يقعد بهيئة الصلوة
الا هذا القدر. ولكنه كان
يتيامن اويتياسر' او يقبل
على القوم بوجهه' فياتى
بالاذكار' لئلايظن الظان ان
الاذكار من الصلوة......
والسر فى ذلك كله ان
يقع الفصل بين الفرض
والنوافل بما ليس من
جنسها. و ان يكون فصلا
معتداً به يدرك ببادى
الراى' وهو قول عمر لمن
اراد ان يشفع بعد المكتوبة
اجلس فانه لم يهلك اهل

اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو
اپنی بلند آواز سے فرماتے لا الہ الا اللہ
الخ اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر
دلالت ہے۔ جیسے راوی کا یہ قول کہ نماز
کے بعد یہ پڑھتے تھے۔ رہا حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول
کہ آپ ﷺ سلام پھیرتے تو اس سے
زیادہ نہیں بیٹھتے تھے کہ اللھم انت
السلام الخ پڑھیں۔ تو اس قول کے کئی
احتمالات ہیں۔ منجملہ ان میں سے ایک
یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز کی ہیت پر اس
مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ
دائیں یا بائیں طرف مڑ جاتے تھے یا
لوگوں کی طرف رخ فرما لیتے تھے تا کہ
کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی
نماز میں داخل ہیں...... ایک احتمال یہ
بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سوائے
اللھم انت السلام الخ کے اور اذکار
کبھی کبھار چھوڑ دیتے تھے تا کہ لوگوں کو
معلوم ہو جائے کہ اذکار و دعائیں فرض
نہیں ہیں۔ اس سب کا سر یہ ہے کہ فرض
اور نفل نماز کے درمیان ظاہری طور پر
فصل اور فرق ہو جائے جو ظاہری نگاہ

الكتاب الا انه لم يكن بين
صلوتهم فصل' فقال النبى
صلى الله عليه وسلم
اصاب الله بک يا ابن
الخطابؓ. (حجة الله البالغه
ج ۲ ص ۳۲' طبع کراچی)

سے معلوم ہو جائے اور یہی مطلب ہے
حضرت عمرؓ کے اس فرمان کا جو انہوں
نے اس شخص سے کہا تھا جو فرض نماز کے
بعد (دعا کئے بغیر) فوراً سنتیں پڑھنا
چاہتا تھا کہ بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ پہلی امتوں کو
اسی بات نے ہلاک کیا کہ فرائض اور
نوافل کے درمیان ان کے ہاں وقفہ نہ
تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
اے ابن خطابؓ اللہ نے تمہیں درست
طریقہ ہدایت فرمایا۔

فقہاء کرام کی تصریحات

امام سرخسی کا ارشاد:

امام ابوبکر سرخسی المتوفی ۴۹۰ھ ارشاد فرماتے ہیں:

وعن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ ان الامام یجهر والقوم یؤمنون علی قیاس الدعاء خارج الصلاة. (مبسوط ج۱ ص۱٦٦)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر امین کہیں۔ جس طرح نماز کے علاوہ ایک آدمی دعا کرتا ہے اور باقی لوگ امین کہتے ہیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

واذا سلم الامام فی الفجر والعصر یقعد فی مکانه یشتغل بالدعاء. (مبسوط ج۱ ص۳۸)

امام نماز فجر اور عصر سے فارغ ہوکر اسی جگہ دعا میں مشغول ہوجائے۔

علامہ عالم بن العلاء الانصاری المتوفی ۷۸٦ھ فرماتے ہیں:

قال شمس الائمه الحلوانی رحمه الله هذا اذا لم یکن من قصده الاشتغال بالدعاء فان کان له ورد یقضیه بعد المکتوبات فارا دان یقضی قبل ان یشتغل بالتطوع فانه یقوم عن مصلاه فیقضی ورده قائما. و ما ذکره شمس الائمه الحلوانی دلیل جواز تاخیر عن السنن عن حال اداء المکتوبة.

(فتاویٰ تاتار خانیه ج۱ ص۵۵٦)

علامہ ابن العلاء مزید تحریر فرماتے ہیں:

عن النبی صلی الله علیه وسلم من قراء بعد کل صلاة مکتوبة قل هو الله احد فهو رفیقی فی الجنة.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ قل هو الله احد پڑھی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج۱ ص۵۵۷)

امام شرنبلالی کا فرمان:

امام ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی المتوفی ۱۰٦۹ھ ارشاد فرماتے ہیں:

القیام الی السنة متصلا بالفرض مسنون و عن شمس الائمة الحلوانی لابأس بقرأة الاوراد بین الفریضة والسنة و یستحب للامام بعد سلامه ان یتحول الی یساره لتطوع بعد وان یستقبل بعده الناس و یستغفرون الله و یقرء ون آیة الکرسی والمعوذات و یسبحون الله ثلاثا و ثلثین و یحمدونه کذلک و یکبرونه کذلک ثم یقولون لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر. ثم یدعون لانفسهم و

اور فرض نماز کے بعد متصل سنتوں کے لئے کھڑا ہو جانا مسنون ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان وظیفہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام کے بعد بائیں جانب ہٹ کر فرض کے بعد کی سنتیں نفلیں پڑھے اور یہ بھی (مستحب) ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرے اور سب آدمی اللہ سے استغفار کریں۔ اور آیت الکرسی اور معوذات یعنی قل هو الله احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور تسبیحات پڑھیں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لا اله الا الله وحده لا شریک له. پھر ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور مسلمانوں

للمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره. (نور الایضاح ص٨٥)

کے لئے دعا مانگیں پھر آخر میں اپنے ہاتھ چہروں پر پھیرلیں۔

علامہ محمد علی التوفی ١٠٨٨ھ ارقام فرماتے ہیں:

وقال الحلوانی لابأس بالفصل باالاوراد و اختاره الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراهة التنزیه ارتفع الخلاف.

اور حلوانی نے کہا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان وردووظیفہ پڑھنے سے فصل یعنی تاخیر ہو جائے گی اور پسند کیا اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا اگر کراہیت سے مراد تنزیہی کراہیت مراد لی جائے تو اختلاف ہی دور ہو جائے گا۔

ویستحب ان یستغفر ثلاثا یقرأ اية الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد و یکبر ثلاثا و ثلثین ویهلل تمام المائة یدع و یختم "بسبحان ربک الخ. (در مختار ج١ ص٣٩١، ٣٩٢)

امام حوارزمی نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

(الکفایہ علی فتح القدیر ج١ ص٣٨٤)

ابن علی زادہ کا ارشاد:

شیخ یعقوب بن سید علی زادہ الحنفی التوفی ٩٣١ھ شرح شرعة الاسلام میں فرماتے ہیں:

ویغتنم الدعاء بعد المکتوبة وقبل السنة علی ماروی عن البقالی من انه قال الا فضل

فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے دعا کو غنیمت سمجھے۔ جیسا کہ بقالی سے روایت ہے کہ افضل یہ ہے کہ پہلے دعا میں

ان یشتغل بالدعاء ثم بالسنة...... وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم رواه ابن عباس من لم یفعل ذلک فهو خداج. ای من لم یدع بعد الصلوٰة رافعاًیدیه الی ربه مستقبلا ببوطونها الی وجهه ولم یطلب حاجاته قائلا یا رب یا رب. فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه و تعالیٰ. (حاشیه کوکب الدری ج٢ ص٢٩١)

مشغول ہو جائے بعد میں سنتیں پڑھے...... اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت طلب نہیں کرتا۔ پس اس نے جو کچھ نماز پڑھی وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناقص ہے۔(شرح شرعة الاسلام ص١٢٨)

علامہ لکھنوی کا ارشاد گرامی:

علامہ عبدالحی لکھنوی التوفی ١٣٠٤ھ۔

فی نور الایضاح ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم. (السعایه ج٢ ص٢٥٧)

اور نور الایضاح میں ہے۔ امام ہاتھ اٹھا کر دعا کریں اپنے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے اور پھر اپنے چہروں پر ہاتھ پھیرلیں۔

و فی خزانة الفقه البقالی الافضل ان یشتغل بالدعآء ثم بالسنة. (السعایه ج٢ ص١٦٠)

خزانۃ الفقہ میں بقالی سے روایت ہے کہ افضل یہ ہے کہ (فرض نماز کے بعد) دعا میں مشغول ہو جائے۔ اس کے بعد سنتیں پڑھے۔

وسنية الوصل عند المتاخرين، ولم ارلهم دليلاً على ذلك الاظاهر حديث عائشةؓ فالراجح عندی ما عند المتقدمين و اباحة الفصل بنحوما ورد من الادعية.

(السعايه ج۲ ص ۲٦۲)

وقال الحلوانی لابأس بان يقرأبين الفريضة والسنة الاوراد. (السعايه ج۲ ص۲٦۲)

فرائض کے بعد متصل طور پر سنتیں پڑھنا متاخرین علما کے نزدیک ہے۔ جب کہ میں نے ان کے پاس حضرت عائشہؓ کی ظاہر روایت کے سوا کوئی دلیل نہیں دیکھی۔ میرے نزدیک وہی بات راجح ہے۔ جو متقدمین کے نزدیک راجح ہے کہ ماثور دعاؤں سے فرض نماز اور سنتوں کے درمیان فصل اور وقفہ کرنا مستحب ہے۔

اور حلوانی نے کہا ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان ورد و وظیفہ پڑھے۔

علماء ومشائخ دیوبند کا تعامل

دور حاضر میں قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر اور اسوۂ نبوی کے اتباع و پیروی میں علماء ومشائخ دیوبند کی حیثیت پوری دنیا میں یگانہ وفرزانہ ہے۔ ان کا تعامل مینارۂ نور ہے، ان کے تعامل اور ارشادات وفتاوی کی تفصیلات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

مشائخ واساتذہ کا معمول:

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا عزیز الرحمٰن قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔ اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ لہٰذا راجح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعا بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے۔''

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ج۵ ص۱۹۰)

مفتی صاحب ممدوح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''دعا بعد الصلوات مسنون ومستحب است، ودرحدیث وارد شدہ است کما نقلها الحصن والحصین وغیرہ. پس در صلوٰت صلوٰۃ عیدین ہم داخل وشامل است، بدعت گفتن آنرا صحیح نیست واکابر امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث وفقیہ گنگوہی وجمیع اکابر واساتذہ ما بعد

نماز عیدین مثل صلوات مکتوبات دعا مے فرمودند بس ہر کہ آنرا بدعت گفتہ صحیح نیست۔" (فتاوی دارالعلوم ج ۵ ص ۲۰۲)

محدث گنگوہی کی رائے گرامی:

قطب الارشاد محدث العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی تحریر فرماتے ہیں:

"بعد فرض نماز کے دعا جہر سے کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی مانع عارض نہ ہو۔" (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۳۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"بعد ختم دعاء ہاتھ منہ پر پھیر لینا درست اور ثابت ہے اور حصول برکت کے لئے یہ فعل کیا جاتا ہے۔" (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۴۲)

حضرت موصوف کوکب الدری شرح ترمذی میں فرماتے ہیں:

بل لابد من اتيان الدعاء مستقلا على حدة فيعذر تارك الدعوات بعد الصلوات ولا يعذر على تركها. (الكوكب الدري ج ۲ ص ۲۹۱)

بلکہ اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ مستقلاً الگ دعا کی جاتی رہے۔ اسی لئے نمازوں کے بعد تارک دعا کو سزا دی جائے اور ترکِ دعا پر معذور نہ سمجھا جائے۔

مفتی اعظم دیوبند کے فتاویٰ کا خلاصہ:

مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی مفتی اول دارالعلوم دیوبند متعدد سوالات کے جوابات میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: بہشتی گوہر میں ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنن پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر و عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے۔ یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

الجواب: الاوفق بالاحادیث. یہ صورت جو بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض

کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر و عصر ان میں حسب روایت نور الایضاح عمل کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کریں خواہ فصل بالاوراد کر کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرانا اور اس کا التزام کرانا ضروری نہیں ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۹۷)

سوال: بعد نماز پنجگانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے یا بدعت یہ فعل کیسا ہے۔ زید نے دعا اس غرض سے ترک کر دی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں۔

جواب: نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنتِ نبویہ ہے حصن حصین جو معتبر کتاب حدیث کی ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جاوے۔

نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوات خلاف سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۹۸، ۱۹۹)

سوال: فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے اللھم انت السلام الخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ بالغہ میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: انّ ادعیہ و اذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور بعض فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض اللھم انت السلام الخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہ غرض اس سے تحدید ہے اور اگر بعض فقہاء بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کہ یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہاء بوجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۰۰)

سوال: بعد جماعت کہ جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں اس میں امین کہنا چاہئے یا جو

مرضی ہو دعا مانگے ؟

الجواب: جو دعا چاہے مانگے یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعا پر آمین کہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۲ ص۲۰۱)

فرمایا: آیۃ الکرسی اور تسبیحات کا پڑھنا قبل بھی جائز ہے اور معمول بہ اکابر کا ہے اور احادیث سے دونوں امر ثابت ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۴ ص۲۰۹)

الجواب: درمختار میں ہے ویکرہ تاخیر السنة الا بقدر اللهم انت السلام الخ لیکن مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ تقریبی امر ہے۔ اگر کچھ اس سے زیادہ بھی دعا وغیرہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ فصل بالاوراد میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کما هو معمول مشائخنا. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۴ ص۲۱۱)

بحر العلوم لکھنوی کی رائے گرامی:

بحر العلوم علامہ عبدالشکور لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

''نماز ختم کر چکنے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کے لئے بھی اور مقتدی سب آمین، آمین کہتے رہیں اور دعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک نہ دعا مانگے، مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے، اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعا مانگے۔ بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔'' (علم الفقہ حصہ دوم ص۱۸۰ مطبوعہ کراچی)

انوری توضیحات:

محدث کبیر علامہ سید انور شاہ کاشمیری فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کو بڑی صراحت و وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور اس مسنون عمل کو بدعت قرار دینے سے پوری طرح اجتناب فرمایا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولم يثبت عنه رفع الايدى دبر الصلوات فى الدعوات الا أقل قليل، و مع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر فى مثله ان لايحكم عليه بالبدعة، فهذه الادعية فى زماننا لَيْسَتْ بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي صلى الله عليه وسلم و ليست ببدعة بمعنى عدم اصلها فى الدين. (فيض البارى ج١ ص١٦٧)

اور معلوم ہونا چاہئے کہ امام اور مقتدی سب کا مل کر دعا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور اسی طرح نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی عموماً ثابت نہیں، مگر اس کا ثبوت بہت ہی کم ملتا ہے، اس کے باوجود نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی قولی ترغیبات رسول اللہ ﷺ سے احادیث میں وارد ہوئی ہیں، اسی وجہ سے اسے بدعت ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اور جس طریقہ سے ہمارے زمانہ میں دعا کرنے کا رواج ہے، اسے اس معنی میں سنت نہیں کہا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ رواج پذیر طریقہ دعا بدعت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ بدعت تو وہ کام ہوتا ہے جس کی اصل دین میں نہ پائی جائے۔

موصوف دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

وقد يتخال كونها بدعة لعدم ثبوتها فعلا فانها لو كانت مستحبة لورد الفعل بها ولو مرة فاعلم ان الفضائل والرغائب لاتنحصر فيما ثبت فيه فعله صلى الله عليه وسلم فقط. فان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخص لنفسه اموراً تكون اليق بشأنه وأحرى لمنصبه واذلم يستوعب الفضائل كلها عملا وجب ان يرغب فيها قولا لتعمل بها الأمة فمنها صلاة الضحى فانه اذا لم يعمل بها بمعنى انه لم يجعلها وظيفة له دل على فضلها قولا لتعمل بها امته و تحرز الاجر. ألا ترى انهم تكلموا فى ثبوت الاذان من النبى صلى الله عليه وسلم فعلا مع كونه من افضل الاعمال

کبھی نماز چاشت کے بدعت ہونے کا خیال بھی گذرتا ہے کیونکہ عملاً رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ اگر یہ نماز مستحب ہوتی تو کم از کم ایک دفعہ بھی پڑھنے کا عملاً ثبوت حضور ﷺ سے ضرور ہوتا۔

جب کہ مستحب، مسنون اور ترغیبی اعمال رسول اللہ ﷺ کے فعلی ثبوت پر منحصر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپؐ نے اپنے منصب نبوت کی اہم ذمہ داریوں کے لئے اپنی ذات کو مخصوص کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے آپؐ کی بھرپور توجہ تبلیغ دین اور تکمیل رسالت جیسے اہم فرائض منصبی ہی کی طرف زیادہ رہی۔ اور بعض فضائل و رغائب کو عملی وظیفہ بنانے کے لئے خاص اہتمام نہ ہو سکا۔ لہٰذا ایسے اعمال کی فضیلت وثواب بیان فرما کر آپؐ نے اپنی امت کو ترغیب دی، تاکہ امت اس پر عمل کر کے ثواب آخرت میں اپنا حصہ کمائے۔

ایسے اعمال میں سے نماز چاشت بھی ہے کہ آپؐ جب نماز چاشت کو اپنا روزانہ کا معمول اور وظیفہ نہ بنا سکے تو امت کو اس کی فضیلت بیان فرمائی، اسی طرح اذان کی فضیلت

فالفضل لاينحصر فيما ثبت فعله منه فان كلا يختار لنفسه مانا سب شأنه ومن هذا الباب رفع اليدين بعد الصلوات للدعاء قل ثبوته فعلا و كثر فضله قولا فلا يكون بدعة أصلا فمن ظن ان الفضل فيما ثبت عمله صلى الله عليه وسلم به فقط.

(فيض البارى ج ٢ ص ٤٣١)

رسول اللہ ﷺ نے بیشمار احادیث میں بیان فرمائی۔ لیکن عملاً کہیں کوئی ثبوت نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کسی عمل کا افضل ہونا صرف آپؐ کے فعل پر منحصر نہیں بلکہ آپؐ کے قول سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ نیز اسی طرح نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے فعلاً ثبوت بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ قولاً آپؐ سے اس کا ثبوت اکثر روایات سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کو بھی بدعت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ سنت ہونے کا جنس ثبوت بہر حال حضور ﷺ کا فرمان ہی ہے۔

علامہ بجنوری کی صراحت:

تلمیذ رشید، محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری، شارح بخاری علامہ سید احمد رضا بجنوری ''افادۂ انور'' کے عنوان سے ''نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا'' کی تفصیلات ارقام فرماتے ہیں:

افادۂ انور: حضرت نے فرمایا: ترمذی شریف میں نماز کے بعد تسبیح و اذکار کا باب باندھا گیا ہے اور علامہ جزری نے حصن حصین میں، علامہ نووی نے الاذکار میں اور محدث ابن السنی نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں بعد نماز کے اذکار جمع کئے ہیں۔ اور جامع صغیر میں حدیث ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، لیکن حدیث میں ادبار الصلوٰۃ ہے، جس کو علامہ ابن تیمیہؒ نے بعد التشہد وقبل السلام پر محمول کیا ہے اور ان کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے اندر دعا ہو، بعد نماز کی دعا کے وہ منکر و مخالف ہیں حالانکہ احادیث تسبیح ادبارِ صلوٰۃ میں نماز کے بعد ہی کی تسبیحات مراد ہیں کہ فاذا

صلیتم فقولوا سبحان الله الخ وارد ہے۔ اور بخاری کی کتاب الدعوات میں بھی دبر کل صلوۃ اور کتاب الصلوۃ میں خلف کل صلوۃ اور حدیث ابی ذر میں اثر کل صلوۃ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب نماز کے بعد کے لئے ہے' نماز کے اندر سے متعلق نہیں ہے۔

حضرتؒ نے یہ بھی فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد اگرچہ بہ ہیئت اجتماعیہ ہاتھ اٹھا کر دعا ماثور نہیں ہے' لیکن حضور علیہ السلام سے نافلہ کے بعد تو ثابت ہے' جیسے نمازِ استسقاء کے بعد اور بیت ام سلیم کی نماز کے بعد۔ دوسرے یہ کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کے لئے قولی ترغیبات بھی حضور علیہ السلام سے ثابت ہیں' لہٰذا اس جیسے معاملہ میں بدعت کا حکم لگا دینا صحیح نہ ہوگا۔ یعنی ہماری موجودہ ہیئت کذائی والی دعا بعد الصلوٰۃ کو اگر سنت بایں معنی نہ بھی کہیں کہ بعینہ اس کا ثبوت حضور علیہ السلام سے نہیں ہوا تب بھی اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کی اصل دین میں موجود ہے اور بدعت وہ ہے جس کی اصل دین میں موجود نہ ہو۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ اذان دنیا بھی خود حضور علیہ السلام کے فعل سے ثابت نہیں ہے' البتہ اس کے لئے فضیلت وغیرہ کے ارشادات ثابت ہیں' اس لئے اس کو بھی بدعت یا خلافِ سنت نہیں کہہ سکتے اور اسی طرح چاشت کی نماز کہ اس کی فضیلت بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے اگرچہ خود حضور علیہ السلام کے فعل سے اس کا ثبوت کم ہے اسی لئے اس کو بھی بعض لوگوں نے بدعت کہہ دیا ہے۔

لہٰذا اگر فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا التزام بھی کیا جائے تو وہ حضور علیہ السلام کی قولی ترغیبات کے تحت آتا ہے اگرچہ خود اس کو حضور نے کثرت سے نہیں کیا ہے اس کو خوب سمجھ لو۔

ترمذی بابِ مایقول اذا سلم کے تحت حضرتؒ نے فرمایا کہ شیخ ابن الہمامؒ نے فرض کے بعد متصلاً سنن کی ادائیگی کو ترجیح دی ہے اور اذکار کو بعد الرواتب رکھا ہے' اور اذکار ماثورہ کے بارے میں یہ بھی لکھا کہ حضور علیہ السلام سے اذکار بعد الصلوٰۃ

بہ کثرت ثابت ہیں۔ اس لئے بظاہر وہ کبھی کوئی ذکر اختیار فرماتے تھے' کبھی دوسرا اور ایک وقت میں سب کو جمع نہ فرماتے ہوں گے۔

علامہ بنوری دام فضلہم نے لکھا کہ شیخ ابن ہمامؒ کی تحقیق نقل کرنے کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی ان ہی کی تحقیق زیادہ پسند تھی' اور فرض و رواتب کے درمیان فصل اذکار کو مرجوح سمجھتے تھے' بخلاف اس کے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ میں اذکارِ کثیرہ ذکر کر کے ان کو قبل رواتب کے اولیٰ قرار دیا ہے' ان کی تحقیق دل کو نہیں لگتی۔ (معارف ج ۳ ص ۱۱۸)

علامہ موصوف نے بھی دعا بعد الصلوٰۃ کے لئے تنبیہ وایقاظ کا عنوان دے کر ج ۳ ص ۱۲۱ تا ج ۳ ص ۱۲۵ عمدہ دلائل ذکر کئے ہیں اور یہ بھی لکھا کہ روایت کے بعد دعاءِ ثانی کا جو رواج بعض علاقوں میں ہوگیا ہے وہ ضرور بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۹ اور ج ۳ ص ۲۱۶ بھی مستحق مراجعت ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق مزید:

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دعاء بعد الصلوات المکتوبہ میں جو حضور علیہ السلام سے اجتماعی اور رفع یدین کے ساتھ ثبوت نہیں ہوا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے تمامی اوقات ذکر و اوراد میں مشغول تھے' اور آپ کی دعائیں آپ کے اذکار و اوراد سے الگ نہ تھیں' اسی لئے آپ نے جب کسی مقصد کے لئے اس دعا کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ نے اجتماعی طور سے بھی دعا کی اور ہاتھ اٹھا کر بھی کی ہے۔ جیسے استسقا کی نماز کے بعد یا بیت ام سلیم میں نفل نماز جماعت کے بعد فرمائی ہے اور چونکہ آپ نے بعد نماز کے دعا کی ترغیب قولاً بھی دی ہے اور رفع یدین و مسح کی بھی ترغیب دی ہے' اس لئے اس کی اصل ثابت ہوگئی' لہٰذا پھر بھی اس کو فرض نمازوں کے بعد خلافِ سنت یا بدعت قرار دینا صحیح نہ ہوگا' حضرتؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بیت ام سلیم کی نماز کا ذکر تو بخاری' مسلم وغیرہ سب میں ہے' مگر سب نے اس حدیث کو مختصراً روایت کیا جس میں دعا کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ صرف مسلم میں دعا کا بھی

ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے' یہ حضرتؒ کی خاص عادت تھی کہ سارے طرق و روایات پر نظر کر کے فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور آج کل کے حضرات خصوصاً سلفی اس کی رعایت نہیں کرتے' بلکہ ان کے اکابر نے بھی اپنی الگ رائے اسی طرح قائم کی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ امام بخاری نے پانچ جگہ ام سلیم والی حدیث ذکر کی اور ابوداؤد' نسائی' ترمذی نے بھی مختصراً ذکر کیا جس میں دعا بعد الصلوٰۃ کا ذکر نہیں ہے۔ تو انہوں نے مسلم والی مفصل روایت کو نظر انداز کر دیا۔

حضرتؒ نے توجہ دلائی کہ ان حضرات نے اس حدیث کو مختصراً لیا ہے جس کو مسلم نے تفصیل سے روایت کیا ہے' علامہ ابن تیمیہ نے بھی بہت سے مسائل میں اپنی دلیل میں کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح (یعنی بخاری) میں نہیں ہے' اور اس طرح وہ دوسری مرویات سے قطع نظر کر لیتے ہیں' یا ان کو مرجوح کر دیتے ہیں جس طرح اقوال ائمہ میں سے کسی ضعیف و مرجوح قول کو لے کر اپنی الگ رائے کے لئے موید بنا لیتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق مذکور سے مدد نہ لیں تو فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا برفع الیدین کا طریقہ خلاف سنت یا بدعت قرار پائے گا اور علامہ ابن تیمیہ و ابن قیم اور آج کل کے سلفی حضرات کے طریقہ کو مطابق سنت ماننا پڑے گا البتہ دعاء ثانیہ کا معمول خلاف سنت ہوگا کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ راقم الحروف کی رائے یہ بھی ہے کہ دعاء بعد الفریضہ کے معمول کو بھی احیاناً ترک کر دینا چاہئے تا کہ اس کو عوام سنن مؤکدہ اور واجب کی طرح قابل التزام نہ خیال کریں اور مندوب مسنون و واجب کے درجات اپنی اپنی جگہ محفوظ رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے فقہی نظریات و آراء کو بھی ہمارے حضرات پیش نظر رکھیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ بھی ان کی روایت فرماتے تھے۔ واللہ تعالیٰ یوفقنا لما یحب و یرضی۔

(انوار الباری حصہ تیرہ ص ۷۱' ۷۲)

مفتی ہند کی تحقیق:

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی المتوفی نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ جس کا نام ''النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعا بعد المکتوبۃ'' ہے۔ جس میں احادیث' آثار صحابہ اور فقہاء کرام کی عبارات سے ثابت فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنا مسنون ہے۔ البتہ سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا خلاف سنت ہے۔ جس پر متحدہ ہندوستان کے مایۂ ناز علماء و مشائخ کی تصدیقات بھی ہیں۔ جو سب فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو مسنون قرار دیتے ہیں۔

عارف باللہ مولانا خیر محمد جالندھری خلیفہ اعظم حکیم الامت تھانوی:

فرضوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ احادیث میں صراحت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ فرضوں کے سلام کے بعد کچھ دیر ذکر و دعا میں مشغول رہتے تھے۔ اور آپ کے یہ اذکار اور دعائیں بھی احادیث میں منقول ہیں۔

بنا بریں ائمہ اربعہ اور احناف کا مسلک ہے کہ فرائض کے بعد امام و مقتدی کا دعا مانگنا سنت و مستحب ہے۔ متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان کو آنحضرت ﷺ نے فرائض کے بعد دعا مانگنے کی ترغیب دی اور کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان کے مناسب حال ادعیہ بھی تلقین فرمائی۔ (خیر الفتاوی ج۱ ص۳۵۲)

مزید لکھتے ہیں:

الدعا بعد المکتوبات برفع الایدی ثابت بالاحادیث المرفوعة. (خیر الفتاوی ج۱ ص۳۵۸)۔

مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ:

دارالعلوم دیوبند کی مسند افتاء کے صدر نشین مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع قدس سرہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

چونکہ یہ افعال دعا و تسبیحات امام و مقتدی سب کے لئے بعد نماز مستحب ہیں۔ اگر سب ہی اس میں مشغول ہوں گے تو یہ ایک اقتران اتفاقی ہوگا

نہ کہ اجتماع مستقل۔ اس لئے ان افعال کو فی نفسہا مستحب کہا جائے گا اور اجتماع کو نہ ضروری سمجھا جائے اور نہ بدعت' غیر مشروع کہا جائے۔ اس لئے عامہ سلف سے اس اجتماع پر نکیر منقول نہیں۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۴ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علامہ محمد یوسف لدھیانویؒ کی رائے:

علامہ محمد یوسف لدھیانوی شہید ارقام فرماتے ہیں:

فرض نماز کے بعد دعا کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟

سوال: بعض امام صاحب ہر نماز کے بعد دعا عربی میں مانگتے ہیں۔ کیا اردو میں دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ دعا مختصر ہونی چاہئے یا لمبی؟

جواب: فرض نماز کے بعد دعا مختصر ہونی چاہیے اور آہستہ کی جانی چاہیے اپنے اپنے طور پر جس شخص کی جو حاجت ہو اس کے لئے دعا کرے عربی الفاظ ہمیشہ بلند آواز سے نہ کہے جائیں۔

فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت:

سوال: پانچوں نمازوں کے بعد امام کے ساتھ تمام نمازی بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں لیکن اب کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر ہر نماز کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے اور یہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں اب ہم اس الجھن میں مبتلا ہیں کہ دعا مانگیں یا نہ مانگیں؟ امید ہے آپ ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ''بدعت'' کسے کہتے ہیں؟ ''بدعت'' اس عمل کا نام ہے جس کی صاحب شریعت ﷺ نے نہ قولاً تعلیم دی ہو' نہ عملاً کر کے دکھایا ہو۔ نہ وہ عمل سلف صالحین کے درمیان معمول و مروج رہا ہو۔ لیکن جس عمل کی صاحب شریعت ﷺ نے ترغیب دی ہو یا خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا ہو وہ ''بدعت'' نہیں بلکہ سنت ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھے۔

❶ آنحضرت ﷺ نے متعدد احادیث میں نماز فرض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے اور اس کو قبولیت دعا کے مواقع میں شمار فرمایا ہے۔

❷ صحیح احادیث میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے اور دعا کے بعد ان کو چہرے پر پھیرنے کو آداب دعا میں ذکر فرمایا ہے۔

❸ متعدد احادیث میں فرض نماز کے بعد آنحضرت ﷺ کا دعا کرنا ثابت ہے۔

یہ تمام امور ایسے ہیں کہ کوئی صاحب علم جس کی احادیث طیبہ پر نظر ہو' ان سے ناواقف نہیں۔ اس لئے فقہاء امت نے فرض نمازوں کے بعد دعا کو آداب و مستحبات میں شمار کیا ہے۔ امام نوویؒ شرح مہذب (ج ۳ ص ۴۸۸) میں لکھتے ہیں:

الدعاء للامام والماموم و المنفرد مستحب عليه كل الصلوات بلاخلاف

یعنی نمازوں کے بعد دعا کرنا بغیر کسی اختلاف کے مستحب ہے۔ امام کے لئے بھی مقتدی کے لئے بھی اور منفرد کے لئے بھی۔

علوم حدیث میں امام نوویؒ کا بلند مرتبہ جس کو معلوم ہے وہ کبھی اس متفق علیہ مستحب کو بدعت کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اور فرض نماز جب با جماعت ادا کی گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد دعا صورۃ اجتماعی ہو گی۔ لیکن امام اور مقتدی ایک دوسرے کے پابند نہیں' بلکہ اپنی اپنی دعا کر رہے ہیں' اس لئے امام کا پکار پکار کر دعا کرنا اور مقتدیوں کا آمین' آمین کہنا صحیح نہیں ہر شخص کو اپنی اپنی دعا کرنی چاہئے۔ اور سنن و نوافل کے بعد امام کا مقتدیوں کے انتظار میں بیٹھے رہنا اور پھر سب کا مل کر دعا کرنا یہ بھی صحیح نہیں۔

سوال: فرضوں کے بعد اجتماعی طور سے دعا کرنے کا حدیث سے ثبوت کیا ہے؟

جواب: فرض نماز کے بعد دعا کی متعدد احادیث میں ترغیب و تعلیم دی گئی ہے اور ہاتھ اٹھانے کو دعا کے آداب میں سے شمار فرمایا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے امام جزریؒ کی ''حصن حصین'' کا مطالعہ کر لیا جائے۔ امام بخاریؒ نے کتاب ''الدعوات'' میں ایک باب ''الدعاء بعد الصلوة'' کا رکھا ہے (ج ۲ ص ۹۳۷) اور ایک باب ''رفع

الایدی فی الدعاء" کا قائم کیا ہے۔ (ج ۲ ص ۹۳۸) اور دونوں کو احادیث طیبہ سے ثابت فرمایا ہے۔ اس لئے فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاء کا معمول خلاف سنت نہیں، خلاف سنت وہ عمل کہلاتا ہے، جو شارع علیہ السلام نے خود نہ کیا ہو اور نہ اس کی ترغیب دی ہو۔

مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جاسکتا ہے:

سوال: فجر کی نماز میں امام وظیفہ پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں میں چونکہ ملازم ہوں ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر حاضری دینا ہوتی ہے اور دودھ لانا ناشتہ تیار کرنا، پھر کھانا کپڑے بدل کر تیار ہو کر بس کا انتظار کرنا ایسی صورت میں کیا میں ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں یا اپنی مختصر دعا مانگ کر مسجد سے آجاؤں؟

جواب: امام کے ساتھ دعا مانگنا کوئی ضروری نہیں، آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنی دعا کر کے آسکتے ہیں۔

کیا حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے؟

سوال: کیا آنحضرت ﷺ نماز ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے؟ اگر کیا کرتے تھے تو کوئی حدیث بحوالہ بیان کریں۔

جواب: نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی صراحت تو منقول نہیں۔ البتہ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا دعا کے آداب میں سے فرمایا ہے۔ اس لئے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ارشادات نبویؐ کے عین مطابق ہے۔ مگر بلند آواز سے دعا نہ کی جائے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ص ۲۷۳، ۲۷۴)

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی کا فتویٰ:

الجواب حامداً و مصلیاً

❶ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کا جو طریقہ رائج ہے، یہ درست ہے، اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں، محققین علماء اور فقہاء دار العلوم دیوبند کی یہی تحقیق ہے،

اسی پر ان کا عمل ہے، اس موضوع پر ان حضرات کے مدلل فتاوی اور تحقیقی رسائل موجود ہیں مثلاً حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کا ایک رسالہ "استحباب الدعوات عقیب الصلوٰۃ" ہے اور ایک رسالہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا "النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ" ہے۔

ان تمام اکابر فقہاء کرامؒ نے احادیث طیبہ اور چاروں اماموں کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے فرائض کے بعد کی جانے والی دعا کو نہ صرف جائز بلکہ سنت مستحبہ قرار دیا ہے۔

اور ان اکابرؒ نے ان رسائل میں ایسی واضح واضح احادیث طیبہ جمع فرمائی ہیں جن سے امام، مقتدی اور منفرد سب کے واسطے فرض نماز کے بعد دعا کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب ان سب کے لئے یہ دعا سنت ہے تو فرائض کے بعد امام اور مقتدی جب اس سنت پر عمل کرتے ہوئے دعا کریں گے تو ضمناً خود بخود اجتماع ہو جائے گا، لیکن یہ اجتماع ایک ضمنی چیز ہے اور جائز ہے اس کے لئے الگ سے صریح اور مستقل ثبوت کا طالب ہونا اور ثبوت نہ ملنے پر اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں بلکہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کے بعد ہونے والی اجتماعی دعا کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام "التحفۃ المرغوبہ فی افضلیۃ الدعا بعد المکتوبہ" ہے اس میں مخدوم صاحب نے اس اجتماعی دعا کے بدعت قرار دینے والوں کو مفصل جواب دیا ہے چنانچہ رسالہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

قلت فثبت بجميع ما ذكرنا في هذين الفصلين من الاحاديث النبوية والروايات الفقهية إن الدعا بعد المكتوبة سنة فان قيل قد ذكر الشيخ عبدالحی الدهلوی رحمه الله في شرحه على الصراط المستقيم ما لفظه اما اين دعاكه آئمه مساجد بعد از سلام نماز ميكنند و مقتديان آمين آمين ميگويند چنانكه الان درديار عرب و عجم متعارف ست از عادت پيغمبر صلى الله

علیه وسلم نبود و درین باب هیچ حدیثی ثابت نشده و بدعتی
است مستحسن اه فما الجواب عنه؟ قلت الجواب عنه علی
وجوه ألوجه.

الأوّل أنه قال العلامة فتح محمد بن الشیخ عیسی الشیطاری
صاحب مفتاح الصلاة فی کتابه المسمی بفتوح الأوراد ما حاصله ان
الشیخ عبد الحق انما حکم بکونه بدعة لانه لم یطلع علی الأحادیث
المرویه فی الصحاح الستة و غیرها الواردة فی الأدعیة الماثورة بعد
الصلاة إنتهی.

ولهذا قال درین باب هیچ حدیثی وارد نشده.

. ألوجه الثانی أنه ای الشیخ عبدالحق أن اراد ان اصل الدعاء بعد
الصلاة بدعة فلا ریب. ان قوله غیر صحیح لکونه مردوداً بجمیع ماذکرنا
فی هذین الفصلین من الأحادیث النبویة والروایات الفقهیه الدالة علی
سنیة الدعاء بعد المکتوبة.

الوجه الثالث أنه ای الشیخ عبدالحق ان ارادان الدعاء بعد الصلاة
بهذا الکیفیة المخصوصة من رفع الیدین و قول آمین آمین من المتقدین
بدعة فهو غیر صحیح أیضا لان رفع الیدین من سنن الدعاء ایضا وقول
آمین آمین من السامعین من سنن الدعاء ایضا وان کانت هذه الامور سننا
مستحبة لامؤکدة والأمر المرکب من السنن المأثورة لایصح القول
بکونه بدعة اما کونه رفع الیدین سنة الدعاء فثابت بالاحادیث النبویة
والروایات الفقهیة أما الأحادیث فمنها ما أخرجه أبوداؤد عن خلاد بن
السائب عن أبیه أو عن السائب من یزید عن أبیه قال کان رسول اللّٰه صلی
اللّٰه علیه وسلم اذا دعا رفع یدیه و مسح وجهه بیدیه.

(رواه الطبرانی فی معجمه الکبیر)

واما کونه مسح الوجه بالیدین بعد الفراغ من الدعاء سنة الدعاء
فثابت أیضا بالاحادیث والروایات الفقهیة أما الاحادیث فمنها ما قدمنا
انفافی احادیث رفع الیدین من روایة أبی داؤد والطبرانی.

ومنها ما أخرجه الترمذی عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال
کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم واذا رفع یدیه فی الدعاء لم یردها
حتی یمسح بهما وجهه.

ومنها ما أخرجه ابن ماجه عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال قال
رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا فرغت من الدعاء فاسمح بیدید
وجهک.

واما الروایات الفقهیة فهی اکثر من ان تحصی قد ذکرنا فی هذه
الرسالة سابقا ولاحقا شیئا منها نقلاعن نور الأیضاح و شرحه امداد الفتاح
و مواهب الرحمن و شرحه البرهان والعقائد السنیة ومنهج العمال
وغیرهما.

واما کون قول المقتدین. آمین آمین سنة الدعاء فثابت ایضا
بالاحادیث والروایات الفقهیة.

اما الاحادیث، فمنها ما قال الجذری فی حضه أن من آداب الدعاء
تأمین المستمع رواه البخاری و مسلم و ابوداؤد والنسائی.

ومن آدابه مسح وجهه بیدیه بعد فراغ الدعاء رواه ابوداؤد
والترمذی و ابن ماجه و ابن حبان فی صحیحه والحاکم فی مستدرکه.

ومنها إن اللّٰه سبحانه وتعالٰی لما أمر موسٰی و هارون علیهما السلام
بالدعا جعل موسٰی یدعو وجعل هارون یقول آمین. آمین فاجاب اللّٰه
تعالٰی دعائهما کما بینه اللّٰه تعالٰی فی القرآن العظیم یقول قال قد أجیبت
دعوتکما، کما فی کتب التفاسیر.

واما الروایات الفقهیة: فمنها ماذکرنا سابقا عن نور الایضاح و شرحه إمداد الفتاح و غیرهما ومنها غیر ذلک.

خلاصہ یہ کہ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے تمام اجزاء یعنی نفس دعا اور دونوں ہاتھ اٹھانا آمین کہنا اور ختم دعا پر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرنا' سب احادیث طیبہ سے ثابت ہے' لہٰذا اس کے مجموعہ کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

البتہ یہ دعا آہستہ اور چپکے چپکے مانگنا افضل ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے' اور اگر کبھی کبھی امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہیں تو تعلیماً یہ بھی جائز ہے' لیکن واضح رہے کہ فرائض کے بعد کی مذکورہ دعا کا درجہ تفصیل بالا کی روشنی میں بہت سے بہت سنت مستحبہ ہے' لہٰذا اس دعا کو اس کے اسی درجہ میں رکھتے ہوئے کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اس دعا کو فرض وواجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں اور اسی درجہ میں اس پر عمل کرتے ہیں سو یہ واجب الترک ہے' اسی طرح بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں کہ امام اور مقتدی سب مل کر ہی دعا کریں' ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو جیسا کہ بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ امام کی دعا کے شروع میں مؤذن زور سے الحمدلله رب العالمین پڑھتا ہے اور جب امام دعا ختم کرتا ہے تو برحمتک یا ارحم الراحمین پکار کر کہتا اس کو ترک کرنا ضروری ہے' کیونکہ اس التزام کا نتیجہ یہ ہے کہ مقتدی امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں' کوئی مقتدی امام کی دعا سے پہلے اپنی دعا نہیں کرسکتا' ورنہ لوگ اس پر طعن کرتے ہیں اور اس کے اس عمل کو معیوب سمجھتے ہیں' حالانکہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اس دعا میں اجتماع اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ایک ضمنی چیز ہے' لہٰذا تابع کو اصل دعا کے درجہ سے آگے بڑھانا بھی درست نہیں' جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے' دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں ہیں' مقتدی کو اختیار ہے کہ اپنی مختصر دعا مانگ کر چلا جائے اور چاہے امام کے ساتھ دعا ختم کرے' اور چاہے امام کی دعا سے زیادہ دیر

تک دعا کرتا رہے' ہر طرح جائز ہے اور ہر طرح فرائض کے بعد کی یہ سنت مستحبہ ادا ہو جاتی ہے۔

❷ درس قرآن یا درس حدیث یا وعظ وتبلیغ کے موقعہ پر اجتماعی طور پر دعا کرنا بلاشبہ جائز ہے اور حدیث ذیل اور صحابی کے عمل سے ایسی اجتماعی دعا کرنا صراحت کے ساتھ ثابت ہے اور تعامل امت بھی اس کے جائز ہونے کی مستقل دلیل ہے' لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔

مجمع الزوائد میں ایک مستقل باب اس موضوع سے متعلق ہے' ذیل میں اس کو نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

باب التامین علی الدعاء عن ابی هبیرة عن حبیب بن مسلمة الفهری وکان مستجابا انه امر علی جیش فد رب الدروب فلما لقی العدو قال للناس. سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یجتمع ملا فیدعوا بعضهم ویؤمن سائرهم الا اجابهم الله ثم انه حمدالله و اثنی علیه وقال اللهم احقن ومائنا واجعل اجورنا اجور الشهداء فبیناهم علی ذلک اذنزل الهبناط امر العدو فدخل علی حبیب سرادقه. رواه الطبرانی وقال الهبناط بالرومیة صاحب الجیش ورجاله رجال الصحیح غیر ابن لهیعة وهو حسن الحدیث.

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد للهیثمی ۱۰، ۱۷۰)

اور مسلم شریف کی حدیث ذیل بھی اجتماعی ذکر کے بعد اجتماعی دعاء واستغفار کے بارے میں صریح ہے۔

و فی روایة مسلم قال إن لله ملائکة سیارة فضلا یبتغون مجالس الذکر فإذا وجد وامجلسا فیه ذکر قعدوا معهم وحف بعضهم بعضا بأجنحتهم حتی یعلأ وأما بینهم و بین السماء

الدنیا فإذا تغرقوا عرجوا و صعدوا إلی السمآء قال فَيَسْئَلُهُمُ اللّٰه وهو أعلم من این جئتم فیقولون جئنا من عند عبادک فی الأرض یسبحونک ویکبرونک ویهللونک ویحمدونک ویسئلونک قال وماذا یسئالونی قالوا یسئلونک جنتک قال وهل رأوا جنتی قالوالا' ای رب قال و کیف لورأواجنتی قالوا یستجیرونک قال ومما یستجیرونی قالوا من نارک قال وهل راوانارى قالوا لاقال فکیف لو رأوا نارى قالوا یستغفرونک قال فیقول قد غفرت لهم فاعطیتهم ماسألوا واجرتهم مما استجاروا قال یقولون رب فیهم فلان عبد خطاء وانما مرفجلس معهم قال فیقول وله غفرت هم القوم لایشقیٰ بهم جلیسهم. (مشکوۃ ج۱ ص۱۹۷)

❸ حدیث مذکورہ میں یہ حصہ فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا کے بارے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے درجہ تخصص فی الفقہ کے فاضل مولوی عبدالمالک سلمہ نے تحقیق کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ''رفع یدیہ ودعا'' کے الفاظ ثابت نہیں ہیں' ذیل میں ان کی تحقیق نقل کرتا ہوں۔

عن الاسود العامری عن ابیه قال: صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فلما سلم انحرف رفع یدیه ودعا:

کذا ذکر هذا الحدیث العلامة محمد بن الزبیدی فی رسالته سنیة رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبة لمن شاء ص ۱۰۲۲ المطبوعة فی أخر "المعجم الصغیر" للطبرانی معزیا لمصنف ابن ابی شیبة وتبعه فی مسلک السادات الی سبیل الدعوات و تلخیصه المطبوع فی اخرالجزء الاول من امداد الفتاوی و نقل الحدیث کذالک العلامة البنوری فی

معارف السنن ج۳ ص۱۲۳ والعلامة العثمانی فی اعلاء السنن اعتماد اعلی ابن الزبیدی وغیره ولکن الحدیث مذکور فی الموضعین من مصنف ابن ابی شیبة الاوّل کتاب الصلوة باب من کان یستحب إذا سلم ان یقوم او ینحرف'

الثانی کتاب الرد علی ابی حنیفة لیس فی احد الموضعین زیادة رفع یدیه ودعا وانما الحدیث إلی قوله "فلما سلم انحرف" راجع المصنف لابن ابی شیبه ج۱ ص۳۰۲ من طبعة إدارة القرآن و ج۱ ص۳۰۲ من طبعة الدار السلفیة بومبای و ج۱ ص۳۰۲ من طبعة حیدر آباد والهند و ج۱۴ ص ۱۸۶ من طبعة إدارة القرآن و ج۱۴ من ۱۸۶ من طبعة الدار السلفیة بومبائی. وأخرج هذا الحدیث الإمام ابوداؤد فی سننه ج۱ ص۱٦۷ کتاب الصلوة ابواب الإمامة باب الإمام ینحرف بعد التسلیم والترمذی فی جامعه ج۱ ص۴۲۷ ابواب الصلوة باب ما جاء فی الجماعة فی مسجد قد صلی فیه والنسائی فی السنن الکبریٰ ج۱ ص۳۹٦ باب الانحراف بعد التسلیم و من طریقة ابن حزم فی المحلی ج۴ ص ۲٦۱ کلهم من طریق جابر بن یزید بن الأسود عن ابیه یزید بن الأسود العامری رضی اللّٰه عنه ولیس فی حدیث أحد منهم زیادة ورفع یدیه ودعا وبهذا ظهران الخطأ فی نقل الحدیث فی موضعین الاوّل فی قولهم: ان الحدیث لأبی الاسود العامری والصواب انه لیزید بن الاسود العامری والثانی فی زیادتهم جملة رفع یدیه ودعا والصواب حذفها واللّٰه عزوجل اعلم بالصواب انتهیٰ.

البتہ حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں اور علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد

(۱۰/ ۱۶۹) میں اور علامہ سیوطیؒ نے اپنا رسالہ ''فض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء'' میں (ص ۸۶) پر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل روایت ذکر فرمائی ہے۔

عن محمد بن یحییٰ الأسلمی قال: رأیت عبداللہ بن الزبیر ورأی رجلا رافعا یدیه' یدعو قبل ان یفرغ من صلاته' فلما فرغ منها قال:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلاته' رجاله ثقات.

قال الهیثمی فی مجمع الزوائد (۱۰/ ۱۲۹) رواه الطبرانی و ترجم له. فقال محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی عن عبداللہ بن الزبیر ورجاله ثقات (فض دعا ص ۳)

حضرت محمد بن یحییٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے اس وقت تک (دعا کے لئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (لہٰذا تم بھی ایسا ہی کیا کرو)۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور فرض نماز کے بعد کی جانے والی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے۔ نیز مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس کلیہ میں بھی فرائض کے بعد کی دعا بھی شامل ہے اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بلاشبہ درست ہے۔ واللہ اعلم۔ (ماہنامہ البلاغ جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ)

مفتی عاشق الٰہی کا فتویٰ:

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی المدنی ایک سوال کے جواب میں متعدد احادیث بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''روایات مذکورہ سے دعا بعد الصلوۃ اور رفع یدین فی الدعاء و مسحها علی الوجه کا اور اجتماعی دعا کا ثبوت ہوتا ہے۔ البتہ اجتماعی دعا کو کبھی ترک کر دیں تاکہ مواظبت سے وجوب کا ابہام نہ ہو۔ اور اس امر کا التزام بھی واجب الترک ہے کہ امام و مقتدی سب مل کر دعا کریں۔ ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو۔ جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے۔ جو مقتدی دعا چھوڑ کر اول میں یا درمیان میں چلا جائے۔ اس کو نکّو نہ بنایا جائے۔ اور نہ اس کی طرف گھورا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔''

مفتی زری ولی خان کا فتویٰ:

شیخ التفسیر' شیخ الحدیث علامہ زرولی ایک استفتاء کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

زمانہ قدیم سے اہل حق کے ہاں بعد المکتوبہ امام اور مقتدی مل کر دعا مانگنے کا معمول چلا آ رہا ہے۔ شریعت مقدسہ کے قواعد کے پیش نظر اس کی مشروعیت بلکہ مندوبیت اور استحسان معلوم ہو رہا ہے۔ اس عاجز و فقیر نے جن مشائخ اور اساتذہ سے علوم دینیہ میں کسب فیض کیا ہے۔ وہ سب کے سب اس دعا پر عمل پیرا چلے آئے ہیں۔

اپنوں کے نقش قدم پر ہو مرنا یا جینا
ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

ہندوستان کے دور آخر میں علماء دیوبند جو اصل اہل سنت والجماعت اور طائفہ منصورہ ہیں' کے دو سلسلے رواں دواں ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ قائم دائم رکھیں۔ گو وہ

دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ ایک حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا سلسلہ ہے جن کے بڑے فقیہہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر مستقل تصنیف فرمائی ہے، جو ''النفائس المرغوبہ فی الدعاء بعد المکتوبہ'' کے نام سے عام شائع ہے۔

اس طرح دوسرا سلسلہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کا ہے، جنہوں نے امداد الفتاویٰ ج اول کے آخیر میں ''استحباب الدعوات بعد المکتوبات'' کے نام سے ایک رسالہ شامل فتاویٰ فرمایا ہے۔ ہر دونوں تصنیفات کے ناموں سے ظاہر ہے کہ یہ فرائض کے بعد دعاؤں کے انفراداً واجتماعاً قائل ہیں۔

فقہاء کرام کے ہاں انفرادی اور اجتماعی دعاء دونوں طرح جائز ہے۔ چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں کہ امام

یعتا وفی کل غداۃ مع جماعۃ قراءۃ آیۃ الکرسی و آخر البقرۃ وشھد اللہ ونحوہ جھراً لاباس بہ. (ج۲ ص۱۷۲)

یہی عبارات فتاوی عالمگیری میں خجندی کے حوالے سے ہیں۔ (ہندیہ ج۵ ص۳۱۷)

اسی طرح معارف السنن شرح ترمذی میں بھی دعاء اجتماعی کی مشروعیت کو تسلیم کیا ہے۔ (معارف السنن ج۳ ص۲۱۲)

اسی طرح شرح نووی کے حوالے سے حضرت بنوریؒ نے امام، مقتدی اور منفرد کی دعاؤں کو مستحب بلا خلاف لکھا ہے۔ (ج۳ ص۱۲۳)

بلکہ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ فرضوں کے بعد دعائیں متواتر ہیں۔ جس کا انکار نہیں ہوسکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

واما رفع الایدی بعد النافلۃ مرۃ او مرتین. فألحق بھا الفقھاء المکتوبۃ ایضاً

منکرین میں سے صرف حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے نام دیتے ہیں۔

رہ گئی ان دعاؤں پر ہمیشگی اور مواظبت تو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے

ہیں کہ جمیع مستحبات اسی طرح ہوتی ہیں کہ ثبوت کبھی کبھی کا ہو اور امت اسے ہمیشہ کرے گی۔ آگے حضرت شاہ صاحبؒ نے تارک پر نکیر کرنے کو بدعت فرمایا ہے۔ (فیض الباری ج۴ ص۴۱۷)

بعض حضرات فرماتے ہیں کبھی ایک عمل انفرادی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس پر اجتماع بدعت ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورت کافرون کی تلاوت انفراداً عبادت ہے۔ مگر اجتماعاً پڑھنا بدعت ہے۔ اور عالمگیری کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ **قراءۃ الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروھۃ، لانھا بدعۃ، لم تنقل عن الصحابۃ ولا عن التابعینؒ.** (عالمگیری ج۵ ص۳۱۷)

عام طور پر مانعین دعاء، اس قسم کے حوالا جات کو اہتمام سے پیش کرتے ہیں، سو عرض ہے کہ دعاء اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ ان عبارات کے متصل یہ موجود ہے۔

قوم یجتمعون و یقرؤن الفاتحۃ جھراً دعاءً لا یمنعون عادتاً.

یعنی فاتحہ اگر کوئی پوری جماعت مل کر بطور دعا کے پڑھے تو یہ جائز ہے۔ منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ختم قرآن کے وقت اہل وعیال کو جمع کر کے دعاء مانگے۔

ویستجب لہ ان یجمع اھلہ وولدہ عند الختم ویدعوالھم.

(عالمگیری ج۵ ص۳۱۷)

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دعاء ایک ایسا عمل ہے کہ نہ انفراداً منع ہے نہ اجتماعاً اور سورۃ کافرون پر اس کا قیاس کرنا فقہاء کے مسلمات کے خلاف ہے۔ چنانچہ خود عالمگیری میں سورۃ اخلاص اجتماعاً پڑھنے کو جائز کہا ہے۔ **ولا بأس باجتماعھم علی قرأۃ الاخلاص جھراً عند ختم القرآن.**

عالمگیری اور فتاویٰ بزازیہ وغیرہ میں قوم کی تعلیم کے لئے امام کو اجتماعاً اور جہراً دعا کی اجازت دی ہے۔

اذا دعاء بدعاء الماثور جهراً و معه قوم ایضاً یتعلموا الدعاء لابأس به. (فتاوی هندیه ج٥ ص٣١٨)

دعا سیکھنے کے بعد قوم کے جہر کو منع کہا ہے۔ امام کے جہر اور اجتماع کو برقرار رکھا گیا ہے۔

بعض حضرات معارف السنن کی عبارات میں التباس اور اختلاط کے در پے ہیں۔ جو کہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت بنوریؒ خود عمر بھر فرائض کے بعد اجتماعی دعا پر عمل پیرا تھے' جوان کے قریب اور بعید تلامذہ وغیرہ برابر جانتے ہیں۔ والنعم ماقال الشاعر العربی

اذا لم تر الهلال فیسلم للناس لرأوه بالابصار

نیز حضرت نبوریؒ اجتماعی دعا کا بعد السنن رد کرتے ہیں تو فرماتے ہیں۔ و فی الهند الجوبه الخ جس سے مراد مبتدعین کی دعاؤں کا رد ہے۔ اگر نفس اجتماعی دعاء کا رد کرنا ہوتا تو حضرت مولانا مرحوم کو خود صوبہ سرحد کا ہونے کی وجہ سے صوبہ سرحد اور افغانستان کا عمل پورا معلوم تھا۔ چونکہ یہاں دعائیں اہل حق مانگتے ہیں جو قواعد دین کے مطابق ہیں۔ اس لئے حضرت نے ان کا رد نہیں فرمایا۔

محمد زرولی خان عفاء اللہ عنہ
خادم جامعہ عربیہ احسن العلوم
وخادم الحدیث والتفسیر الافتاء بھا
١٠ ربیع الثانی ١٤٢١ھ۔ ١٤/١٠/٢٠٠٠ء

مولانا نور احمد تونسوی کی رائے گرامی:

جامعہ عثمانیہ' ترنڈہ محمد پناہ کے مہتمم مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی' احقر کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے اپنا موقف عرض کر دوں کہ میں اکابرین علماء دیوبند کی لکیر کا فقیر ہوں۔ بلکہ ان کی تحقیقات کا اندھا مقلد ہوں۔ کیونکہ ان کی

راہ کو صراط مستقیم سمجھتا ہوں اور ان کی راہ چھوڑنے کو اپنے لئے گمراہی تصور کرتا ہوں۔ اسی بنا پر حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری کی تحقیق کو برحق سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ان کی تحقیق علماء دیوبند کی تحقیق کے عین مطابق ہے جیسا کہ اعلاء السنن' فتاوی دارالعلوم دیوبند' استحباب الدعوات عقیب الصلوٰت حدیث اور الحدیث' نماز مدلل' خیر الفتاوی' النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ' انوار الباری۔ نماز پیغمبر' احسن الفتاوی قدیم وغیرہ کتب میں تصریح موجود ہے کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب اور جائز ہے اور کسی صورت میں بھی بدعت نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

''چونکہ یہ افعال دعاء تسبیحات امام و مقتدی سب کے لئے بعد نماز مستحب ہیں۔ اگر سب ہی اس میں مشغول ہوں گے تو یہ ایک اقتران اتفاقی ہوگا نہ کہ اجتماع مستقل۔ اس لئے ان افعال کو فی نفسہا مستحب کہا جائے گا اور اجتماع کو نہ ضروری سمجھا جائے اور نہ بدعت غیر مشروع کہا جائے' اس لئے عامہ سلف سے اس اجتماع پر نکیر منقول نہیں۔''

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ٢ ص ٢٤٢ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

علامہ سید انور شاہ کاشمیری النفائس المرغوبہ کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

نعم اصل سنة الدعاء یحصل بغیر رفع الیدین ولذا قل النقل فی الرفع بعد الصلوٰة وانما الرفع کمال فی السنة تحصل سنة به وبغیره فلا سبیل الی تبدیع من رفع ولا الی تجهیل

ہاں اصل سنت دعا بغیر ہاتھ اٹھانے کے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس لئے رفع یدین بعد نماز کمی کے ساتھ منقول ہے۔ ہاں رفع یدین میں کمال سنت ضرور ہے۔ لہٰذا ہاتھ اٹھانے والے کو بدعتی کہنا اور نہ

من ترک. (النفائس المرغوبه ص ٣٤) اٹھانے والے کو جاہل کہنا صحیح نہیں ہے۔

ابواحمد نور محمد قادری تونسوی

خطیب جامع مسجد' ترنڈہ محمد پناہ۔ ضلع رحیم یارخان

۹/۶/۲۰۰۰ء

غیر مقلد علماء کا اعتراف حقیقت:

غیر مقلدین علماء جو اکثر مسائل میں اختلاف و انتشار کو ہوا دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور بعض مسائل میں اہل سنت والجماعت احناف کے ساتھ خدا واسطے کا ویر رکھتے ہیں۔ لیکن فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں ان کے بعض علماء نے بڑی جرات کے ساتھ احناف کے مسلک کی تائید کی ہے اور اس حقیقت کا اعتراف واشگاف الفاظ میں کیا ہے۔ یہاں چند علماء کرام کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

علامہ عبدالرحمن مبارکپوری کی تائید:

اعلم أن علماء أهل الحديث قد اختلفوا فی أن الإمام إذا انصرف من الصلاة المكتوبة هل يجوزله أن يدعو رافعاً يديه ويؤمن من خلفه من المأمومين رافعی أيديهم فقال بعضهم بالجواز' وقال بعضهم بعدم جوازه ظناً منهم أنه بدعةو قالو إن ذلک لم يثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بسند صحيح بل هو أمر

اس زمانہ کے علماء اہل حدیث کے درمیان اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا امام کے لئے جائز ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور مقتدی ہاتھ اٹھا کر آمین کہتے رہیں۔ بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ جو علماء اسے جائز نہیں سمجھتے' ان کا خیال ہے کہ ایسا کرنا بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے' اور یہ ایک نئی چیز

محدث وكل محدث بدعة ہے۔ جب کہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔

وأما القائلون بالجواز فاستدلوا بخمسة أحاديث.

اور جو علماء فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ وہ حسب ذیل استدلال کرتے ہیں۔

1. عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم خلص الوليد بن الوليد و عياش بن أبی ربيعة وسلمة بن هشام و ضعفة المسلمين الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلاً من أيدی الكفار.
2. محمد بن يحيى الأسلمی قال: رأيت عبدالله بن الزبير ورأى رجلا رافعاً يديه قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته' قال رجاله ثقات.
3. عن أنس عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من عبد بسط كفيه فی دبر كل صلاة ثم يقول اللهم إلهی وإله إبراهيم و إسحاق و يعقوب وإله جبريل و ميكائيل وإسرافيل أسألک أن تستجيب دعوتی فإنی مضطر و تعصمنی فی دينی فإنی مبتلی وتنالنی برحمتک فإن مذنب و تنفی عنی الفقر فإنی متمسكن إلا كان حقا على الله عزوجل ان لا يرد يديه خائبتين.
4. حديث الأسود العامری عن أبيه قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه و دعا الحديث رواه ابن أبی شيبة فی مصنفه.
5. حديث الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم الصلاة مثنى مثنى، تشهد في كل ركعتين و تخشع و تضرع و تمسكن ثم تقنع يديك، يقول ترفعهما إلى ربك مستقبلا ببطونهما وجهك و تقول يا رب يا رب، ومن لم يفعل ذلك فهو كذا و كذا.

واستدلوا أيضا بعموم أحاديث رفع اليدين في الدعاء قالوا: إن الدعاء بعد الصلاة المكتوبة مستحب مرغب فيه، وأنه قد ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الدعاء بعد الصلاة المكتوبة وأن رفع اليدين من آداب الدعاء، وأنه قد ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع اليدين في كثير من الدعاء. وأنه لم يثبت المنع عن رفع اليدين في الدعاء بعد الصلاة المكتوبة، بل جاء في ثبوته الأحاديث الضعاف، قالوا فبعد ثبوت هذه الأمور وعدم ثبوت المنع لا يكون رفع اليدين في الدعاء بعد الصلاة المكتوبة بدعة سيئة بل هو

ان لوگوں نے احادیث کے عموم سے بھی استدلال کیا ہے۔ جو دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق ہیں اور کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا مستحب ہے اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اکثر دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ سے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت ثابت نہیں ہے اور ہاتھ اٹھانے کے متعلق ضعیف احادیث موجود ہیں۔ ان دلائل کی بنا پر فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت سیئہ نہیں ہے۔ بلکہ جائز ہے اور اس کے کرنے والے پہ کوئی ملامت نہیں۔

جائز لابأس على من يفعله.

قلت: القول الراجع عندى أن رفع اليدين في الدعاء بعد الصلاة جائز لو فعله أحد لا بأس عليه إن شاء الله تعالى والله تعالىٰ أعلم. (تحفة الاحوذی ج۲ ص ۱۷۰، ۱۷٤)

نواب صدیق حسن خان کا قول فیصل:

برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین نواب آف بھوپال سید صدیق حسن خان نزل الابرار میں فرماتے ہیں:

والحاصل ان رفع اليدين في الدعاء اى دعاءٍ كان و في اى وقت كان بعد الصلوٰت او غيرها ادب من احسن الادب دلت عليه الاحاديث عموما و خصوصا ولا يضر هذا الادب عدم رواية الرفع في الدعاء بعد الصلوة لانه كان معلوم بجميعهم فلم يعتنوا بذكره في هذا الحين وانكار الحافظ ابن القيم رحمه الله تعالىٰ رفع اليدين في الدعاء بعد الصلوٰة وهم منه قدس سره و قد حققنا هذه المسئلة في مولفناتنا تحقيقا و اضحا لاسترة عليه.

(نزل الابرار ص ۳۰۱۔ بحوالہ دعائے

خلاصہ یہ ہے کہ دعا خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کسی وقت میں ہو، نمازوں کے بعد ہو یا ان کے علاوہ، اس میں ہاتھ اٹھانا بہترین ادب ہے۔ اس مسئلہ پر عام اور خاص احادیث دلالت کرتی ہیں۔ اور نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کی روایت خاص طور پر الگ ذکر نہ ہونا، اس ادب کے معدوم نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ کیونکہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کا مسئلہ تمام صحابہؓ کے ہاں معروف تھا۔ اس لئے انہوں نے خاص طور پر اس کے ذکر کو تحصیل حاصل سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا انکار، ان کا وہم ہے اور ہم نے اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کی تحقیق وضاحت سے کی ہے۔ اور کہیں جھول نہیں رہنے

اجتماعی ص ۳۱، ۳۲) دیا۔

مولانا محمد نذیر حسین صاحب کا فتویٰ:

سوال: نماز فرض کے بعد دعا کے لئے رفع الیدین ہے یا نہیں۔

الجواب: رفع الیدین بعد نماز فریضہ بعض احادیث ضعیفہ سے ثابت ہے (حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے جو اگلے صفحہ میں بیان ہوئی ہیں)۔

عن انس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مامن عبد بسط کفیه دبر کل صلوٰة یقول اللهم الهی واله ابراهیم و اسحق ویعقوب واله جبرئیل و میکائیل و اسرافیل' اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقاً علی اللّٰه عزوجل ان لایرد یدیه خائبین. الحدیث.

(رواه ابن السنی فی کتابه عمل الیوم واللیلة)

وعن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفجر فلما سلم انصرف و رفع یدیه ودعاء. الحدیث. (رواه ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه حرره عبدالرحیم عفی عنه (سید محمد نذیر حسین) فتاوی نذیریہ ج ا ص ۵۶۵)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

صاحب فہم پر مخفی نہ رہے کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔ اور زید مخطی ہے۔

1. **عن انس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال مامن عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوٰة الخ رواه ابن السنی.**
2. **عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الفجر فلما انحرف ورفع یدیه ودعاء.**

3. حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب **فض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء** میں روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ ﷺ نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں مگر جب فارغ ہوتے نماز سے اور کہا کہ اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں۔

(فتاوی نذیریہ ج ا ص ۵۶۵)

موصوف اکابرین علماء دیوبند کے ایک فتویٰ کو اپنی تائید و تصویب کے ساتھ اپنی کتاب میں شائع کرتے ہیں:

مسئلہ: چہ می فرمایند علمائے دین کہ رفع یدین در دعائے کہ بعد ادائے نماز کردہ می شود۔ چنانچہ معمول ائمہ دیار است' از احادیث قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ۔ ہر چند کہ فقہاء این را مستحسن می نویسند۔ و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد اند۔ لیکن دریں خصوص ہم حدیثے وارد است یا نہ۔

ترجمہ:- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ جیسا کہ اس علاقہ کے علماء کا دستور ہے۔ کسی حدیث قولی یا فعلی سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر چہ فقہاء اس کو مستحسن کہتے ہیں۔ اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق بھی احادیث میں آیا ہے۔ لیکن خصوصاً اس دعا کے متعلق بھی کوئی حدیث ہے یا نہیں۔ (ترجمہ اصل کتاب سے نقل کیا گیا ہے)

ھوالمصوب: دریں خصوص نیز حدیثے وارد است۔ چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ نویسند (مذکورہ پوری حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

اگر گفتہ شود کہ در سند ایں روایت عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن است' و آن متکلم فیہ است۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است' گفتہ خواہد شد' کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی است۔ چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد۔ والاستحباب یثبت

بالضعیف غیر الموضوع واللہ اعلم۔ (حررہ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی)

الجواب صحیح: **ویؤیده ماروا ه ابوبکر بن ابی شیبة فی المصنف.**

عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفجر فلما انحرف رفع یدیه ودعا. الحدیث. فثبت بعد الصلوٰة المفروضة رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوة الاتقیأ صلی اللّٰه علیه وسلم کما لایحفی علی العلماء الاذکیاء. (حررہ السید شریف حسین عفی عنہ فی الدارین)

اس مخصوص دعا کے بارے میں بھی حدیث ہے۔ حضرت انس نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں الخ اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا۔ اور رخ ہماری طرف کیا۔ اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی تو معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاوی نذیریہ ج۳ ص۵۶۹)

مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی کا فتویٰ:

سوال: بعد نماز سنت وفرض ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواز پر قول و فعل اور اثری بہت سی دلیل ہیں، جن کو بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

عن انس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال مامن عبد بسط کفیه الخ. رواه الحافظ ابوبکر بن السنی.

عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه ودعاء

الحدیث. (فتاوی علما حدیث ج۳ ص ۲۱٤)

اس حدیث سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً وفعلاً آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوا۔ واللہ اعلم۔

حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ سید نذیر حسین

فتاوی نذیریہ ج۳ ص۵۶۵

فتاوی ثنائیہ میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام فرض (نمازوں) کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل دونوں سے ثابت ہے اور دوام کی تلاش لغو ہے۔

(فتاوی ثنائیہ ج۱ ص۵۰۵ بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص۷٦)